

آج دنیا میں چار اہم تضادات ہیں۔ یعنی کچلی ہوئی قوموں اور سامراج اور سوشل سامراج کے درمیان تضاد، سرمایہ دار ملکوں اور ترمیم پسند ملکوں کے پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان تضاد، سامراجی ملکوں اور سوشل سامراجی ملکوں کے درمیان اور سامراجی ملکوں کا آپس کا تضاد اور سوشلسٹ ملکوں اور سامراجی اور سوشل سامراجی ملکوں کے درمیان تضاد۔ یہ سب تضادات ناقابلِ مصالحت ہیں۔ اِن کی موجودگی اور فروغ سے صرف انقلاب ترقی پائے گا۔ مثال کے طور پر امریکی سامراج اور سوشل سامراج ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر رہے ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں اور دنیا کو آپس میں دوبارہ تقسیم کرنے کیلئے وسیع درمیانہ علاقوں میں اپنی جارحانہ قوتوں کو پھیلا رہے ہیں اس سے دُنیا کے عوام ہوشیار ہو کر اان پر حملہ کر رہے ہیں۔ دنیا کی کچلی ہوئی قوموں کے انقلاب کو روکنے کیلئے امریکی سامراج اور سوشل سامراج ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کرتے ہیں لیکن اپنے اپنے سامراجی مفادات کے تحفظ کیلئے ایک دوسرے سے شدت سے ٹکرا رہے ہیں۔ اس میں اُن کے مشرقِ وسطیٰ، یورپ اور بحیرۂ روم کے ٹکراؤ شامل ہیں۔ یہ ٹکراؤ تیز سے تیز تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اِن کا یہ گٹھ جوڑ اور ٹکراؤ دنیا بھر کے عوام کی مخالفت کو اُبھار رہا ہے گا ؛

ستمبر ۱۹۷۱ء

مدیر: سبط اختر

قیمت ۵۰ پیسے

پیاسی کا رجسٹریشن منسوخ کیا جائے

کیا پاکستان کے کسی قانون کا اطلاق پیاسی پر نہیں ہوتا۔؟

خبر ملی ہے کہ مشرقی پاکستان میں پی۔ آئی۔ اے میں پیاسی کو چھ ماہ کے لئے اجتماعی سودا کاری کا ایجنٹ نامزد کر دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ نامزد کیا گیا ہے منتخب نہیں کیا گیا۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے انڈسٹریل ریلیشنز آرڈیننس میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون بی نے ایک ترمیم کا اعلان کیا گیا تھا اور اسی وقت اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ اس ترمیم کا اطلاق خاص طور سے پی۔ آئی۔ اے پر ہی کیا جائے گا۔ اس ترمیم میں رجسٹرار ٹریڈ یونین کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ اگر وہ کسی ادارے میں منتخب شدہ نمائندہ یونین کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہے تو کسی دوسری یونین کو نمائندہ یونین نامزد کر سکتا ہے اور اسی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے پی۔ آئی۔ اے مشرقی پاکستان کی منتخب شدہ نمائندہ یونین ایئرویز ایمپلائز یونین پی۔ آئی۔ اے برانچ کا حق نمائندگی ختم کر کے چھ ماہ کے لئے پیاسی یونین کو نمائندگی کا اختیار دیا گیا ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ نہ آرڈیننس میں کی جانے والی ترمیم پر کوئی اعتراض ہے اور نہ اس ترمیم کے ذریعے حالیہ کارروائی پر کوئی اعتراض ہے۔ مگر ہم حکومت کے ذمہ دار افراد اور بطور خاص لیبر ڈیپارٹمنٹ اور رجسٹرار ٹریڈ یونینز سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ جس آرڈیننس میں ترمیم کر کے یہ کارروائی عمل میں لائی گئی ہے، اسی آرڈیننس میں اور بھی بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔ اور ان باتوں کا ملک کے دیگر صنعتی اداروں پر اطلاق ہوتا بھی رہتا ہے۔ مگر کیا کوئی ایسا قانون بھی ہے جس کی رو سے پی۔ آئی۔ اے میں اس آرڈیننس کے صرف اسی حصے کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جس میں ریفرنڈم کے ذریعہ ایک یونین کو ختم کر کے دوسری یونین کو نمائندہ یونین بنانا تجویز کیا گیا ہے۔

کیا اس آرڈیننس کی دوسری تجاویز اور ملک کے دیگر قوانین سے پی۔ آئی۔ اے کی انتظامیہ اور خصوصاً پیاسی یونین بالکل ہی مستثنیٰ ہے؟

ہم متعلقہ حکام کی توجہ انڈسٹریل ریلیشنز آرڈیننس کے اسی حصے کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس میں کہ ہڑتال کے لئے ایک لمبا چوڑا طریقہ کار تجویز کیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ اس طریقہ کار کی پابندی کئے بغیر جو ہڑتال کی جائے گی وہ غیر قانونی ہڑتال ہوگی۔ اس کے علاوہ اسی آرڈیننس میں ان وجوہات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کی بنا پر ایک رجسٹرڈ ٹریڈ یونین کا رجسٹریشن منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ رجسٹریشن منسوخ کئے جانے کی وجوہات میں ایک وجہ غیر قانونی ہڑتال کرنا بھی ہے۔ ان باتوں کی روشنی میں ہم متعلقہ حکام، لیبر ڈیپارٹمنٹ اور رجسٹرار ٹریڈ یونین سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ

جنوری ۷۱ء میں پیاسی یونین نے آٹھ روز تک جو ہڑتال کی تھی وہ انڈسٹریل ریلیشنز آرڈیننس کے مطابق غیر قانونی تھی کیونکہ پیاسی یونین نے مجوزہ طریقہ کار کی کسی شق کی بھی پابندی نہیں کی تھی۔ اور انتظامیہ کی طرف سے اس ہڑتال کے غیر قانونی ہونے کا اعلان بھی کیا گیا تھا۔

اس غیر قانونی ہڑتال کرنے کے جرم میں پیاسی یونین کا رجسٹریشن منسوخ کیوں نہیں کیا گیا۔ بلکہ الٹا انڈسٹریل ریلیشنز آرڈیننس میں ترمیم کر کے اسے مشرقی پاکستان میں بھی بطور نمائندہ یونین نامزد کر دیا گیا۔

دلچسپ تو یہ ہے کہ پیاسی نے اپنے نمائندہ یونین قرار دئے جانے سے پہلے اور اس کے بعد کتنے ہی ایسے غیر قانونی اقدامات کئے ہیں جن پر اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے تھی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید پیاسی کو ہر قانون اور ضابطہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے اور اسے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ہر طرح کی لاقانونیت کا ارتکاب کرتے رہنے کی کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں جواب دیا جائے کہ مندرجہ ذیل اقدامات سے کیا پیاسی یونین نے ملک کے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی ہے جب کہ ملک میں مارشل لاء بھی نافذ ہے۔

۱۔ ۱۸ نومبر ۱۹۶۹ء کو پی۔ آئی۔ اے میں بڑے پیمانے پر غنڈہ گردی و توڑ پھوڑ کی گئی۔ پی۔ آئی۔ اے کی ہزاروں روپے کی املاک کو خود پولیس کی موجودگی میں نقصان پہنچایا گیا۔ پی۔ آئی۔ اے کے جہازوں کو آگ لگانے تک کی کوشش کی گئی۔ حتیٰ کہ خود پولیس پر پتھراؤ کیا گیا۔

۲۔ اپنی مزدور دشمن کارروائیوں پر نکتہ چینی کرنے والے مزدور کارکنوں کو اوقات کار میں پی۔ آئی۔ اے کی حدود میں مارا پیٹا گیا۔

۳۔ ایئرپورٹ پر جماعت اسلامی کے رہنماؤں کے استقبالیے ترتیب دئے گئے۔

۴۔ جماعت اسلامی کی طرف سے منائے جانے والے یوم شوکت اسلام میں پی آئی اے کے مزدوروں کو زبردستی شرکت کرنے پر مجبور کیا گیا۔

۵۔ یوم شوکت اسلام میں پی۔ آئی۔ اے کی گاڑیاں استعمال کی گئیں۔

۶۔ دسمبر ۷۰ء کے ملکی انتخابات میں جماعت اسلامی کی انتخابی مہم میں پی۔ آئی۔ اے کی گاڑیاں بے دریغ استعمال کی گئیں۔

۷۔ جماعت اسلامی کے سیاسی نظریے سے اختلاف رکھنے والے پی۔ آئی۔ اے کے مسافروں تک کے خلاف ایئرپورٹ پر غنڈہ گردی کی گئی۔

۸۔ شدید اشتعال انگیزی کے ذریعہ اپنے کارکنوں میں ایسا مذہبی جنون پھیلایا کہ پیاسی کے ایک انتہائی سرگرم کارکن نے پاکستان کے ایک دوست ملک پولینڈ کے نائب وزیر خارجہ اور دیگر تین معزز پاکستانی شہریوں کو قتل کر دیا۔ جبکہ اس کا اصل پروگرام صدر پولینڈ کو قتل کرنا تھا۔

ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ مندرجہ بالا جرائم کا ارتکاب کرنے پر پیاسی یونین کے خلاف کیا کارروائیاں کی گئی ہیں۔

پی۔ آئی۔ اے کی سابقہ انتظامیہ کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے پیاسی نے جن بے گناہ مزدوروں کو بے روزگار کیا ہے وہ اگر پی۔ آئی۔ اے کے نئے سربراہ کے سامنے اپنی دکھ بھری داستان لے کر آئیں اور پیاسی کے غنڈے ان پر ہتھیاروں سے حملہ آور ہو کر انہیں لہولہان کر دیں تو گرفتاریاں صرف ان ہی بے روزگار مجروحین کی ہوتی ہیں۔ اور پیاسی کے غنڈے جو کہ اپنی ڈیوٹیاں چھوڑ کر ورکشاپوں سے نکل کر غنڈہ گردی کے مرتکب ہوئے تھے ان میں سے ایک فرد بھی گرفتار نہیں کیا جاتا۔ آخر ان تمام باتوں کا کیا مطلب ہے محض یہ کہ ایک مخصوص گروہ کو ہر طرح کی لاقانونیت کا ارتکاب کرتے رہنے کی کھلی اجازت ہے اور دوسرے لوگوں کو قانون

(باقی صے پر)

منشور

حیات و کائنات کا ترجمان

جلد ۸ ستمبر ۱۹۷۱ء شمارہ ۹

مدیر
سبط اختر



قیمت
مغربی پاکستان
فی پرچہ ـ ۵۰ پیسے
سالانہ ـ ۵ روپے
مشرقی پاکستان
(ہوائی ڈاک سے)
فی پرچہ ـ ۶۵ پیسے
سالانہ ـ ۷ روپے



ادادیہ

مستقل عنوانات

مضامین

نظمیں غزلیں

متفرقات



ناشر: سبط اختر
طابع: سید صابر علی مشہور پریس کراچی
پتہ: ـــــ کے ـ ۱۸ جوہر کالونی منگھوپیر روڈ کراچی ۱۶

دنیا کے لوگو متحد ہو جاؤ

ہم آج نہایت روشن اور عظیم زمانے میں جی رہے ہیں۔ دنیا تبدیل ہو رہی ہے۔ اس تبدیلی کا رخ زیادہ سے زیادہ ترقی پسندی اور عوامی جدوجہد کی سمت میں اور رجعت پسندی اور عوام دشمنی کی مخالفت میں ہے۔

امریکی سامراج کے خلاف ایک نئی جدوجہد کا زبردست طوفان تیزی سے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ایشیا کے ایک ارب سے زیادہ عوام سر بزوشتی کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ افریقہ جوش میں آ رہا ہے۔ لاطینی امریکہ پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ امریکی عوام ایک مجاہدانہ تحریک کے غضبناک شعلے بھڑکا رہے ہیں۔ شمالی امریکہ اور یورپ کے عوام کی انقلابی تحریکیں تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ دنیا کے عوام کا سیاسی شعور دس سال بلکہ پانچ سال پہلے کے مقابلے میں بہت بلند ہو چکا ہے۔ امریکی سامراج اور اس کے پالتو کتوں کی فوجی جارحیت اور سیاسی دھوکے بازی نے دنیا کے عوام کو منفی مثالوں سے بہت کچھ سکھا دیا ہے اور انہیں اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے بھیانک خطوط اور ان کی کمزوری دونوں کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے بہت سے ملکوں کے عوام نے خود اپنی عملی جدوجہد سے امریکی سامراج کے طلسم کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اب وہ اسے للکارنے کی جرأت رکھتے ہیں۔

اس کی مزاحمت کرنے کی ہمت رکھتے ہیں، ان میں اس کے خلاف لڑنے کا جذبہ روز بروز بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اور اب وہ اس کی اور اس کے حاشیہ برداروں کی چھیڑی ہوئی جارحانہ جنگوں کو شکست دینے کے لئے انقلابی جدوجہد کر رہے ہیں۔ امریکی جارحیت کے خلاف اور اپنی قومی نجات کے لئے ویتنامی اور ہند چینی کے دوسرے عوام کی عظیم فتوحات نے ایک کمزور قوم کے ہاتھوں ایک زبردست قوم اور ایک چھوٹی قوم کے ہاتھوں ایک بڑی قوم کی شکست کی بہترین مثال قائم کر دی ہے۔ امریکی سامراج کے خلاف مختلف ملکوں کے عوام کا مجاہدانہ اتحاد تیزی سے مضبوط ہوتا جا رہا ہے اور سامراج دشمن بین الاقوامی متحدہ محاذ مسلسل وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دونوں بڑی طاقتیں امریکہ اور روس ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ اور مقابلہ کر رہی ہیں۔ انہوں نے دنیا کو دوبارہ آپس میں تقسیم کرنے کے لئے وسیع دریائی خطوں پر اپنی جارحانہ وحشی قوتیں پھیلانے کی کوششیں دو چند کر دی ہیں اور ان کی ان حرکتوں نے دنیا بھر کے عوام کو جمع ہونے اور ان پر جوابی حملہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ دنیا کی درمیانہ اور چھوٹی قومیں متحد ہو کر ان کی حاکمانہ سیاست کی مخالفت کرنے کی خواہش بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ عوام جدوجہد کرنا چاہتے ہیں قومیں آزادی چاہتی ہیں اور ملک خود مختاری چاہتے ہیں۔ یہ تاریخ کا ناقابلِ مزاحمت دھارا بن گیا ہے۔

امریکی سامراج کا ستارہ اسی طرح غروب ہو رہا ہے جس طرح کہ ماضی میں برطانوی سامراج کا ہوا ستارہ غروب ہوا تھا۔ امریکی سامراج کے دنیا پر حکومت کرنے کے خود پسندانہ منصوبے کا دیوالہ نکل گیا ہے۔ اور اس کی جنگ و جارحیت کی پالیسیاں ہر جگہ دیواروں سے سر پھوڑ رہی ہیں۔ دنیا میں اس کی مقبوضات تیزی سے سکڑ رہی ہیں۔ اس کے حاشیہ بردار کم سے کم اور اس کے مخالف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اندرونی طور پر امریکہ سخت سیاسی انارکی، معاشی بدانتظامی اور سماجی بے اطمینانی کی گرفت میں ہے۔ روسی سوشل سامراج آتش فشاں کے دہانے پر بیٹھا بہت دشوار گھڑیاں کاٹ رہا ہے۔ اندرونی طور پر روس بھی نہ دب سکنے والے تضادات اور سخت بے چینی کی لپیٹ میں ہے۔ بین الاقوامی طور پر یہ ہر جگہ اپنا پھن پھیلا رہا ہے۔ اور اپنی "محدود خود مختاری" "بین الاقوامی آمریت" اور "سوشلسٹ برادری" جیسے پُرفریب "نظریات" دوسروں پر ٹھونس رہا ہے۔ اس کی ان حرکتوں نے دنیا کے عوام کے سامنے اس کی جارحانہ فطرت اور توسیع پسندی کو اور بھی زیادہ ننگا کر دیا ہے۔

یہ بہترین صورت حال آج کی دنیا میں کارفرما بنیادی تضاد کے بڑھنے یعنی امریکی سامراج اور اس کے پالتو کتوں کے خلاف دنیا بھر کے عوام کی طویل عرصے کی جدوجہد میں مسلسل فتوحات اور ان تمام ملکوں اور عوام کی مشترکہ جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ جو دونوں بڑی طاقتوں کی جارحیت، کنٹرول، مداخلت یا دھونس کے شکار ہیں۔

لیکن پچھلے چار برسوں کے دوران سرمایہ دار دنیا کے چاروں بڑے سامراجی سکے یعنی امریکی ڈالر، برطانوی پونڈ اسٹرلنگ، جرمن مارک اور فرانسیسی فرانک ایسے خطرناک مرضوں میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ عالمی سامراجی نظام ہچکولے کھانے لگا ہے۔ چنانچہ ایشیا میں شکست سے بچنے اور اندرونی اور بیرونی مشکلات پر قابو پانے کی ناکام کوشش میں نکسن حکومت اپنی نئی ایشیائی پالیسی میں جاپانی جنگبازوں کو ڈنڈہ فورس کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ امریکی سامراج نہایت تیزی سے جاپانی جنگبازوں سے فوجی گٹھ جوڑ کر رہا ہے۔ امریکی وزیر دفاع لیرڈ کا جاپان اور جنوبی کوریا کا حالیہ دورہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ مشرق بعید کے حفاظتی سوال پر روشنی ڈالتے ہوئے امریکی وزیر دفاع نے سخت ہنگامہ باز طریقے پر وکالت کی کہ بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں مشرق بعید کے دفاع کا مرکز جاپان کو ہونا چاہئے۔ ایشیا کی فوجی حکمت عملی میں جاپان کو زیادہ اہم کردار ادا کرنا چاہئے۔ اور اسے امریکی ساتویں بحری بیڑے کی کچھ فوجی ذمہ داریاں بھی سنبھالنی چاہئیں۔

لیرڈ کی حرکتوں اور بات چیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی سامراج نکسن پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کی سرتوڑ کوششیں کر رہا ہے تاکہ ایشیا میں شکست سے بچ سکے اور اندرونی اور بیرونی مشکلات پر قابو پا سکے۔ وہ ایشیا میں اپنی جارحانہ پالیسیوں

پر عمل کرنے کے لئے جاپانی جنگباززں کو فرنٹ لائن پر لانے اور زیادہ سے زیادہ توپوں کا چارہ اکٹھا کرنے کے لئے فارموسا اور جنوبی کوریا دونوں سے جاپانی رجعت پسندوں کا گٹھ جوڑ کرانے کی سازش کر رہا ہے۔ اپنے امریکی آقاؤں کے ان مکروہ عزائم کی وجہ سے اپنا کھاد جیرتا ہوا محسوس کر کے جاپانی جنگبازوں نے لیرڈ کو کھلم کھلا اطمینان بخش تعاون کا یقین دلایا ہے۔ اور ایشیا میں امریکی سامراجی جارحیت کے لئے ایک خونخوار داروغہ کا کردار ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔

درحقیقت نومبر ۱۹۶۹ء کے امریکی۔ جاپانی مشترکہ اعلامیہ کے بعد سے جاپانی رجعت پسند امریکی سامراج کی جنگ و جارحیت کی پالیسیوں کی اور زیادہ تندہی سے خدمت کر رہے ہیں۔ جاپانی جنگباز کٹھ پتلی کی طرح جس کی ڈور امریکی سامراج کے ہاتھ میں ہے۔ واشنگٹن، ٹوکیو، سیئول، اور مشرق بعید کے دوسرے دارالخلافوں میں ناچتے پھر رہے ہیں۔ اس مشترکہ اعلامیہ کی اشاعت کے بعد سے امریکی جاپانی رجعت پسند اور ان کے ساتھ جنوبی کوریا بہت سی فوجی مشقوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ عوامی جمہوریہ چین اور دوسرے ایشیائی ملک ان مشقوں کے مفروضہ نشانے تھے۔

برصغیر ہند جس علاقے میں واقع ہے اس میں آجکل سامراجیوں کی دلچسپی اس وجہ سے اور بڑھ گئی ہے کہ برطانوی سامراج اپنی جھنجھتی ہوئی معیشت کو بچانے اور ناقابل برداشت فوجی خرچوں میں کمی کرنے اور ان علاقوں میں موجود اپنے فوجیوں کو پیداواری قوت محنت میں تبدیل کرنے کے لئے ۱۹۷۲ء میں نہر سوئز کے مشرقی علاقوں سے اپنی فوجیں واپس بلا رہا ہے۔ اور خلیج فارس کی ریاستوں سے اپنے فوجی معاہدے ختم کر رہا ہے۔ اس علاقے میں دنیا کا ۶۲ فیصد تیل نکالا جاتا ہے۔ برطانوی فوجوں کی واپسی سے جو خلاء پیدا ہوگا اسی کو پر کر کے یہاں خود اپنا فوجی تسلط قائم کرنے کے لئے عالمی سامراج اور ان کے حواری اپنا اپنا زور صرف کر رہے ہیں۔ امریکی۔ روسی بڑی طاقتی حاکمانہ سیاست اور گٹھ جوڑ کے مطابق یہ حصہ روسی حلقہ اثر کے نشان زدہ علاقے میں آتا ہے۔ اس لئے خاص طور پر روسی سوشل سامراج، زارشاہی کی توسیع پسند حکمت عملی کو زندہ کر کے اس پر عمل کر رہا ہے۔ اس کی کوشش یہ ہے کہ بحر ہند کے پانیوں پر اپنا فوجی تسلط قائم کر کے اس علاقے میں اپنے مفادات کو محفوظ کرے اور اپنی سامراجی جارحیت کو وسعت دیکر اس علاقے کے عوام کا استحصال کرے۔

اپنی بڑی طاقتی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر جارح حملہ آور بھارت اور مجروح پاکستان کو ایک ہی مقام پر رکھ کر معاہدۂ تاشقند کرانیوالے روسی سوشل سامراج اور بھارت کا حالیہ بیس سالہ معاہدہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اس معاہدے کا مقصد بھارتی توسیع پسندی کی پیٹھ ٹھوکنا اور اسے ایک پالتو کتے کی طرح پاکستان، عوامی جمہوریہ چین اور اس علاقے کی دوسری قوموں پر چھٹکارنا ہے۔ تاکہ یہاں امریکی روسی بڑی طاقتی حاکمانہ سیاست بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔

ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں جاری شدید ترین سامراج دشمن قومی آزادی کی تحریکوں کو کچلنے اور اپنے دشمن نمبر ایک حق پسند عوامی جمہوریہ چین کا گھیراؤ کرنے کے لئے امریکی سامراج اور روسی سوشل سامراج دونوں بڑی طاقتیں ایک دوسرے کی پشت پناہ بنی ہوئی ہیں۔ آزادی اور حریت کے ان مرکزوں اور بنیادوں کو تاریکیوں میں فنا کرنے کی سخت حریصانہ خواہش سے مجبور ہو کر وہ آپس میں موجود تمام مسئلوں پر سمجھوتے بازی کر رہے ہیں۔ وہ یورپ میں متنازعہ برلن جیسے مسئلے کو سرد خانے میں ڈال چکے ہیں جو دوسری جنگ عظیم کے بعد سے مشرق و مغرب کی سرد جنگ کے محرکات میں سے ایک بنیادی محرک تھا۔ برلن کے مسئلے کو لپیٹنے کے لئے حال ہی میں چار طاقتوں، امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس کے سفیروں نے مشترکہ طور پر تجاویز کے ایک مسودے کا تبادلہ کیا۔ عالمی سامراجی پریس اس مسودے کا شدومد سے ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے۔ اس پروپیگنڈے کا مقصد اپنے جرائم کو چھپانے کے لئے دنیا کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے تاکہ اپنے مستقبل کے مجرمانہ منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے تاریکیاں پھیلائی جا سکیں۔ "تباہ ہوتے وقت تمام رجعت پسند طاقتیں ہمیشہ مجرمانہ طور پر ہاتھ پیر مارتی ہیں۔ وہ خود کو تباہی سے بچانے کے لئے یقینی طور پر فوجی مہم جوئی اور سیاسی دھوکے بازی کی ہر صورت کو استعمال کریں گی۔ (ماؤزے تنگ)"

چنانچہ عالمی سامراجی طاقتیں چین کے گرد گھیرا ڈالنے اور اسی علاقے کی دوسری چھوٹی قوموں کا جابرانہ استحصال کرنے کی غرض سے مختلف سازشیں کر رہی ہیں۔ روسی سوشل سامراج اس علاقے میں اپنے حلقۂ اثر کو مضبوط بنانے کے لئے سیٹو اور سینٹو کے مردہ جسموں میں اپنے ایشین سیکورٹی پیکٹ کی خبیث روح ڈالنا چاہتا ہے۔ روسی سوشل سامراج پورے ایشیا کو اپنے چین دشمن بلاک میں منتقل کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ اس پورے علاقے کو اپنے معاشی استحصال کی محفوظ آماجگاہ میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اسی سازش پر امریکہ اور روس دونوں ہی متفق ہیں۔ آہستہ آہستہ امریکی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے اور اس کی جگہ روسی سوشل سامراج لے رہا ہے۔ تاکہ اس علاقے میں دونوں طاقتوں کی حاکمانہ سیاست جاری رہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے روسی وزیر اعظم نے نئی دہلی میں ایک بیان میں روس اور بھارت کے درمیان زمینی راستے کی اہمیت پر زور دیا تھا تاکہ دونوں ملکوں کے درمیان، اس علاقے کی دوسری قوموں کے خلاف جارحیت کے گٹھ جوڑ میں آسانی پیدا ہو سکے۔ روسی سوشل سامراج نے اپنے مشرقی علاقوں میں معدنی ذخائر دریافت کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے جاپانی جنگ بازوں سے معاہدے کئے ہیں۔ یہاں پر بھی امریکی روسی گٹھ جوڑ ننگا ہو گیا ہے۔ روس نے چینی سرحدوں پر چوبیس ڈویژن فوج ڈال رکھی ہے۔ اور یورپ میں وہ امریکی سامراج اور اس کے حواریوں سے اسی لئے سودے بازی کر رہا ہے تاکہ اپنی تمام تر توجہ چین اور اس علاقے کی دوسری قوموں کے خلاف لگا سکے۔

سامراج اپنی فطرت کو صرف اس لئے کبھی تبدیل نہیں کرے گا کہ وہ ناکام ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی اُسے اپنی حکمت عملی بدلنی پڑتی ہے اور ہر قسم کی پر فریب چالیں چلنی پڑتی ہیں۔ مگر آخری تجزیے میں وہ سب کچھ اپنی جنگ و جارحیت کی پالیسیوں ہی کو فروغ دینے کے لئے کرتا ہے۔ باوجودیکہ امریکی سامراج اور سوشل سامراج روزانہ تخفیف اسلحہ کی بات چیت کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ ہر وقت ہتھیاروں کو بڑھانے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ ایٹمی بلیک میل پھیلاتے ہوئے وہ ایک بڑی روایتی لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ سامراج کا مطلب ہی جنگ ہے۔ جب تک سامراج باقی ہے دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

ان حالات میں پاکستان کے عوام دوستوں اور عوام کی عظیم اکثریت کا فرض ہے کہ وہ ملکی اور بین الاقوامی تمام مسئلوں میں پوری پوری دلچسپی لیں اور ملکی اور بین الاقوامی رجعت پسندوں اور اپنے طبقاتی دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ اینٹ کا جواب پتھر کے اصول سے کریں۔

ہمیں تمام دنیا کے حریت پسند سامراج دشمن عوام سے متحد ہو کر عالمی سامراج دشمن محاذ کو مضبوط بنانا چاہیئے۔ ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات بڑھانے چاہئیں۔ ان کی پوری پوری مدد کرنی چاہیئے اور تمام استحصال زدہ قوموں اور عوام کی سامراج دشمن جدوجہد کی بھرپور اور عملی حمایت کرنی چاہیئے۔ دائیں بازو اور بائیں بازو یعنی دونوں قسم کی موقعہ پرستیوں سے بچنے کے لئے اور عالمی سامراج دشمن جدوجہد سے عملی ناطہ جوڑنے کے لئے ضروری ہے کہ بین الاقوامیت کا پرچم سربلند رکھا جائے پاکستانی عوام کے بنیادی مفادات صرف دنیا بھر کے عوام کے مفادات کے مطابق ہیں۔ یعنی چین، البانیہ، ویتنام، کمبوڈیا، کوریا اور تمام ایشیائی، افریقی اور لاطینی امریکی عوام کے مفادات کے مطابق ہیں جن میں امریکہ سوویت روس، جاپان اور بھارت کے محنت کش عوام بھی شامل ہیں۔



سوشل سامراجیوں کا ایک اور سنگین جرم

روس بھارت "دفاعی" معاہدہ

روس اور بھارت کے درمیان ۹ اگست ۱۹۷۱ء کو دہلی میں بیس سال کی مدت کے لئے "دوستی، امن اور تعاون" کا معاہدہ طے پایا۔ یہ دفاعی معاہدہ جو درحقیقت جارحیت کا معاہدہ ہے اس سے جہاں بھارت کی نام نہاد غیر جانبداری کی قلعی کھل گئی ہے اس کے ساتھ ہی اس امر کی بھی وضاحت ہو گئی ہے کہ سوویت یونین کا موجودہ حکمران ٹولہ اپنے نوآبادیاتی عزائم پورے کرنے کے لئے کس قدر گھٹیا اور اوچھی حرکتوں پر اتر آیا ہے۔ یہ معاہدہ فوجی اور سیاسی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ جغرافیائی لحاظ سے بھی بے حد اہمیت کا حامل ہے۔

اگر ہم سامراجیوں اور سوشل سامراجیوں کے مابین دنیا کی موجودہ تقسیم پر ایک نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ حالیہ دنوں میں روس، مشرق وسطیٰ میں یکے بعد دیگرے کئی شکستوں سے دوچار ہوا ہے۔ مصر میں علی صابری کا حکومت سے علیحدہ کیا جانا۔ سوڈان میں روس نواز عناصر کی پٹائی اور امریکی پٹھو شاہ حسین کا پہلے سے زیادہ قوت حاصل کر لینا، اس دعویٰ کی چند مثالیں ہیں۔ لاطینی امریکہ اور مغربی یورپ پر امریکی سامراج اور اس کے حواری دوسرے سامراجیوں نے اپنی گرفت مضبوط کر رکھی ہے۔ مشرق بعید میں جاپان، انڈونیشیا، فلپائن، ملائیشیا، سنگاپور، تھائی لینڈ، آسٹریلیا و نیوزی لینڈ وغیرہ پر بھی امریکہ اور اس کے حواری برطانوی سامراجیوں کا بالواسطہ تسلط ہے۔ خروشچیف کے دور سے روسی حکمرانوں نے محکوم قوموں کے سامراج سے برسر پیکار قوم پرست عناصر اور عوام سے اتحاد قائم کرنے کی بجائے پر امن بقائے باہمی کے نام پر سامراجیوں اور ان کے پٹھو رجعت پرست عناصر سے گٹھ جوڑ کرنا شروع کر دیا ہے۔

۱۹۵۶ء کے بعد روس میں ترمیم پسندوں نے سازشوں اور اندرون ملک باقی ماندہ استحصالی طبقوں اور ان کے نمائندوں سے ملی بھگت کر کے اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کیا اور عظیم لینن کے دیس اور دنیا کی پہلی سوشلسٹ ریاست کو سرمایہ دارانہ ریاست میں بدل دیا ہے۔ اس کے بعد سے روسی ترمیم پسند حکمران اپنے استحصالی مفادات کو پورا کرنے کے لئے نوآبادیت کی پالیسی پر عمل پیرا اور ہوس ملک گیری میں مبتلا ہیں۔

گذشتہ دنوں ایک طرف تو روسی ترمیم پسندوں کو عالمی سیاست میں پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور دوسری طرف امریکی صدر کے خصوصی ایلچی ڈاکٹر کیسنگر نے عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور امریکی صدر کے دورۂ چین کا مشترکہ اعلان جاری ہوا۔ حالات کی اس تیزی سے تبدیلی نے روسی حکمرانوں کو حواس باختہ کر دیا۔ دو ملک اس سے زیادہ پریشان ہوئے۔ ایک روس اور دوسرا بھارت، ایشیا میں روسی سوشل سامراجی جارحیت اور بھارتی توسیع پسندی کے مفادات ایک ہیں، اور دونوں چین کے مخالف ہیں۔ اور بھارت تو چین دشمنی کی کھاتا ہے۔ روس بھارت کا یہ معاہدہ کیسنگر کے دورۂ چین کے ٹھیک ایک ماہ بعد ہوا۔

موجودہ حالات میں روسی ترمیم پسندوں کی ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ کسی بھی صورت سے بحر ہند پر اپنی اجارہ داری قائم کی جائے اور اس سمندر میں سیلون سے جنوب کی طرف واقع چھوٹے چھوٹے جزائر اور بھارت کے ساحلی علاقوں پر اپنی بحری فوج کے اڈے قائم رکھے جائیں اور اس طرح بھارت کے سمندروں پر فوجی تسلط قائم کر کے پورے جنوبی ایشیا پر قبضہ جمایا جائے۔ امریکہ کی طرح روس کے لئے بھی مسئلہ نمبر ایک عوامی جمہوریہ چین ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ دونوں ملک چین دشمنی میں ایک ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے تضاد رکھتے ہیں۔ روس کی جنوب مشرقی سرحد بڑی دور تک چین کی سرحدوں سے ملتی ہے۔ چین کے کافی بڑے علاقے پر روسی سوشل سامراج نے قبضہ کر رکھا ہے۔ روس اس سرحد پر جارحانہ کارروائیوں کے ذریعے اور جنوبی ایشیا میں بھارت اور دوسرے ممالک کے ذریعے چین پر جنگ اور جارحیت مسلط کرنا چاہتا ہے۔ جب چین کو گھیرے میں لینے کے لئے روس کی تجویز کردہ جنوبی ایشیا کی باہمی سلامتی کی اسکیم ناکام ہو گئی تو اب یہ نام نہاد روس بھارت دفاعی معاہدہ عمل میں لایا گیا۔

اس وقت چین کی سرحدوں پر روس نے تقریباً چون ڈویژن فوج لگا رکھی ہے اور جنوب کی سرحدوں سے روس بھارت کو چین کے مقابلے کے لئے رشوت دے رہا ہے۔ چین کو ہر محاذ پر مصروف رکھ کر سامراجی اور سوشل سامراجی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا کے اس عظیم انقلابی قلعے میں شگاف ڈال سکیں گے، لیکن وہ ایسا سوچ کر سخت غلطی کر رہے ہیں۔ اس مذموم مقصد کی تکمیل کی خاطر روس نے چین بھارت جنگ کے دوران بھارت کو ہتھیاروں کی سپلائی برابر جاری رکھی تھی۔ روس اور بھارت دونوں پاکستان کو اطاعت پسندی پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں کا اپنا الگ الگ مفاد ہے۔ روس چاہتا ہے کہ پاکستان کو بھارت کے ساتھ کنفیڈریشن میں شامل کر کے چین دشمن محاذ میں شامل کر کے روسی حلقۂ اثر میں لے آئے جبکہ بھارت پاکستان پر بالواسطہ یا بلاواسطہ قبضہ کر کے اپنی توسیع پسندی اور ملک گیری کی ہوس کو تسکین دینا چاہتا ہے۔ ان دنوں روس کی بین البراعظمی میزائل بردار کشتیاں بحر ہند میں گشت

کررہی ہیں اور روسی بندوقوں سے مسلح بھارتی افواج مشرقی پاکستان کے خلاف جارحیت میں مصروف ہیں۔ جن دنوں مشرقی پاکستان میں ہنگامے ہو رہے تھے ان دنوں بھارت نے روسی میزائل سے لیس "کوبر" کشتیاں اور آبدوزیں سلسلہ مواصلات منقطع کرنے کے لئے استعمال کیں۔ روس بھارت کو بڑے پیمانے پر مسلح کررہا ہے اس نے ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران بارہ مگ اور انیس ایئرکرافٹ جنگی طیارے مہیا کئے اور تین ارب چھیتر کروڑ روپے کا فوجی سازوسامان مہیا کیا۔ بھارت کی بری فوج اس وقت پی ٹی ۷۶ قسم کے ہلکے ٹینکوں، ایم۔۴ ہیلی کاپٹروں اور ایس اے ۲ گائیڈڈ میزائلوں سے مسلح ہے۔ اس کے علاوہ ٹی ۵۴ اور ٹی ۵۵ قسم کے اعلیٰ روسی ٹینک بھی بھارت کو دیے گئے ہیں۔ بھارتی بحریہ کو روس نے ایک آبدوز کشتی، ایک تباہ کن جہاز اور چند گشتی کشتیاں مہیا کی ہیں۔ بھارت ایم آئی جی ۲۱ جنگی ہوائی جہاز روس کے اشتراک سے تیار کررہا ہے۔ اسلحہ سازی کے تمام بلے جوڑے منصوبوں میں روس بھارت کے ساتھ شریک ہے۔ بحر ہند میں روسی بحری بیڑہ گشت کررہا ہے۔ اس بیڑے میں انتیس جہاز ہیں جن میں گائیڈڈ میزائل بردار جہاز، تباہ کن جہاز، اور آبدوزیں شامل ہیں۔

روس نے بھارت کو خلیج بنگال کے کسی ساحلی علاقے، وزیگاپٹم یا انڈیمان میں آبدوز کشتیاں بنانے کا کارخانہ قائم کرنے کی پیشکش کی ہے۔ اس سے قبل روس نے سنگاپور میں بھی لنگراندازی کی سہولتیں حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ بحر ہند میں واقع جزائر مارشیش میں بھی روسی بحری بیڑے لنگراندازی کرتے رہے ہیں۔ جبکہ جزیرہ نکوبار اور انڈیمان میں تعمیر کئے جانیوالے بھارتی بحری اڈوں کی تکمیل میں امریکہ اور روس دونوں بھارت سے تعاون کررہے ہیں۔

وشاکاپٹم کی بندرگاہ میں روسی بحریہ کے ماہرین کی موجودگی کا بھارتی حکام ایک سے زائد مرتبہ اعتراف کرچکے ہیں۔ بعض مبصرین کے مطابق اس معاہدے میں ایسی خفیہ دفعات موجود ہیں جن کے مطابق روس بحر ہند میں فوجی اڈے قائم کرنے کی سہولتیں حاصل کریگا۔ یہ نام نہاد دفاعی معاہدہ جو کہ درحقیقت جارحیت کا معاہدہ ہے اس حقیقت کی واضح طور پر نشاندہی کرتا ہے کہ روس نے اس فوجی معاہدے کے ذریعے جنوبی ایشیا کے چھوٹے ملکوں پر اپنا بالواسطہ قبضہ جمانے کے لئے عملی بھگت کرلی ہے۔ دنیا کے تمام ممالک کے تنازعات کو "تاشقند اسپرٹ" کے تحت حل کرنیکا مطالبہ کرنیوالے یعنی دو ملکوں کے درمیان فوجی تصادم کو روک کر انہیں سیاسی حل کی دعوت دینے والے روسی ترمیم پسندوں نے خود اس معاہدے کے ایک فریق بھارت سے کھلا جانبدارانہ فوجی معاہدہ کرلیا ہے۔

روس بھارت معاہدے کے بعد بھی بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی غیر جانبداری کے نعرے لگارہی ہیں۔ نو اگست کو انہوں نے "بنگلہ دیش" کے حامی مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "اس معاہدے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے اپنی "غیر جانبداری" کی پالیسی ترک کردی ہے۔" غیر جانبداری کے متعلق معاہدے کی دفعہ نمبر ۴ میں کہا گیا ہے کہ "یو ایس ایس آر" بھارت کی "غیر جانبداری" کی پالیسی کا احترام کرتا ہے۔ اور اس عزم کو دوہراتا ہے کہ یہ پالیسی دنیا میں کشیدگی کم کرنے، عالمی امن برقرار رکھنے اور بین الاقوامی سلامتی کے لئے ایک اہم عنصر ہے۔ بھارت، سوویت یونین کی "پرامن" پالیسی کا جس کا مقصد دنیا کے عوام کے مابین دوستی اور تعاون کو فروغ دینا ہے احترام کرتا ہے۔" اسی ضمن میں امریکہ کی سینیٹ کے رکن ایڈورڈ کینیڈی نے سب سے دلچسپ اور انوکھی دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ بھارت نے امریکہ سے بھی اسی قسم کا معاہدہ کرنے کی پیشکش کی ہے اور یہ فوجی معاہدہ بھارت کی "غیر جانبداری" پر اثرانداز نہیں ہوگا جو ملک بیک وقت دونوں فوجی بلاکوں سے وابستہ ہوجائے اور اس کی غیر جانبداری بھی برقرار رہے۔ یہ دلیل انتہائی دلچسپ اور مضحکہ خیز ہے۔

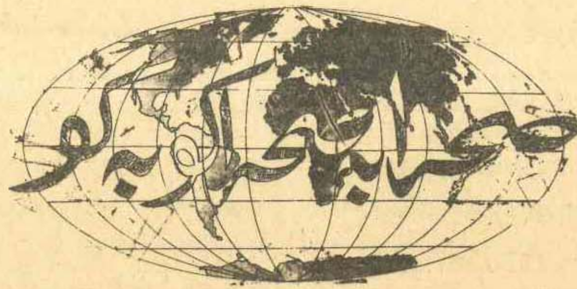
روس نے جنوبی ایشیا کی اجتماعی سلامتی کا منصوبہ ۱۹۶۹ء میں پیش کیا تھا۔ اس کی ناکامی کے بعد کابل کانفرنس کا شور اٹھا۔ ان دونوں منصوبوں کا مقصد پاکستان کو بھارت کے ساتھ چین دشمن کنفیڈریشن میں شامل کرنا تھا۔ بھارتی وزیر خارجہ نے مارچ ۱۹۶۹ء میں یہ اعلان کیا تھا کہ اجتماعی دفاع یا دفاعی معاہدے سے قومی آزادی محدود ہوتی ہے اور انہیں سردار سورن سنگھ نے ۹ اگست ۱۹۷۱ء کو روس سے دفاعی معاہدے پر بھارت کی جانب سے دستخط کئے۔

سوویت یونین نے اعلان تاشقند کرایا، یہ اعلان بھارت کے مفاد میں تھا۔ اس اعلان کے مطابق ایک ثالث ہونے کی حیثیت سے روس کا یہ فرض تھا کہ وہ بھارت کو نام نہاد بنگلہ دیش کے اسٹنٹ کو ہوا دینے اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور جارحیت کرنے سے روکتا لیکن اس نے الٹا پاکستان کے خلاف سازش میں بھارت کو پوری شہ دی اور روس کے صدر پوڈگورنی نے اپریل ۱۹۷۱ء میں حکومت پاکستان کے نام ایک پیغام بھیجا جو سراسر جانبدارانہ تھا اور جس میں کالعدم عوامی لیگ کے خلاف فوجی کارروائی پر تشویش کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس پیغام سے پاکستانی عوام کو امریکہ اور روس سے گٹھ جوڑ کا ایک اور ثبوت مل گیا کیونکہ پاکستانی عوام کے ذہن میں شیخ مجیب کے امریکی سامراج سے گٹھ جوڑ کے متعلق کوئی شبہ نہیں تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد جب مجیب نے مشرقی پاکستان کے عوام کے جذبات کو خاص طور پر مغربی پاکستان کے عوام کے خلاف موڑ دیا تو اس منصوبے کی، جس کا مقصد سامراجی سازش کے تحت صوبے کو "آزاد بنگلہ دیش" کے نام پر سامراج کی نوآبادی میں تبدیل کرنا تھا، پوری سازش بے نقاب ہوگئی۔ اور بعد ازاں روسی حکمرانوں کے رویہ نے ان کی اس خواہش کا کہ پاکستان کو بھارت کی جھولی میں ڈال دیا جائے کا بھی اظہار ہوگیا۔ اس کے بعد امریکہ، روس، بھارت مغربی جرمنی، برطانیہ اور کینیڈا ہر ملک کا کردار واضح طور پر سامنے آگیا۔

روس میں خروشچیف کے برسر اقتدار آنے کے بعد روسی حکمران مظلوم قوموں کے ہمدرد ہونے کی بجائے ایک جارح قوت میں تبدیل ہوگئے ہیں۔ ترمیم پسندوں نے مشرقی یورپ کے متعدد ملکوں میں اور منگولیا میں اپنی افواج ٹھہرائی ہوئی ہیں حتیٰ کہ بعض ملکوں میں تو ان کی ایٹمی ہتھیاروں سے مسلح افواج بھی موجود ہیں۔ انہوں نے جاپانی اجارہ داروں کو روسی عوام کا استحصال کرنے کے لئے سائبیریا میں کالونی کا ٹھیکہ دیا ہے۔ اٹلی کے سرمایہ داروں نے روس میں فیٹ موٹر کا کارخانہ قائم کیا۔

دوسری طرف افریقہ اور ایشیا کے لاتعداد انقلابیوں نے سامراجیوں اور سوشل سامراجیوں کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے ہموطنوں کی مقدس سرزمین کو اپنے خون سے سیراب کیا۔ لیکن ان تمام تبدیلیوں سے بڑی ایک اور تبدیلی ہے وہ یہ کہ اس عرصے میں تاریخ نے جو کسی کو نہیں بخشتی دس سال قبل روسی ترمیم پسندوں پر لگائے جانے والے الزامات کو ایک ایک کرکے ثابت کردیا۔ ویتنام، کیوبا، کانگو، عرب اسرائیل جنگ، جنوبی افریقہ اور روڈیشیا، انڈونیشیا، تنازعہ برلن، انگولا، موزمبیق، کشمیر، معاہدہ تاشقند، اور اب روس بھارت "دفاعی" فوجی معاہدہ، ہر جگہ خروشچیفی ترمیم پسندوں نے امریکی سامراج سے اطاعت پسندانہ گٹھ جوڑ کرکے، عوام، انقلاب اور سوشلزم سے غداری کے سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ انہوں نے عوامی جمہوریہ چین کے جزیرے چن پاؤ پر متعدد مرتبہ فوجی جارحیت کی، انہوں نے پرامن بقائے باہمی کے نعرے لگا لگا کر پراگ اور چیکوسلواکیہ کے دوسرے شہروں میں اپنے ٹینک اور مسلح فوجی زبردستی داخل کردیے۔ اور

(باقی ص۱۰ پر)



سرمایہ دار دنیا کا

مالیاتی بحران

امریکی صدر نکسن نے ۱۵ راگست کو ایک نام نہاد "نئی معاشی پالیسی" کا اعلان کیا۔ اس کے خاص نکتے یہ ہیں دوسرے ملکوں کے مرکزی بینکوں کے ڈالر کے ذخیروں کی امریکی سونے سے تبادلہ کی عارضی منسوخی، درآمدات کے سرچارج میں دس فیصد اضافہ، غیر ملکی امداد میں دس فیصد کمی، اور نوّے (۹۰) دن کے لئے ملک میں اجرتوں، کرایوں اور قیمتوں کا ایک جگہ ٹھہراؤ۔ امریکی صدر کے کہنے کے مطابق یہ پالیسی "بیروزگاری، افراط زر اور بین الاقوامی سٹے بازی" کو روکنے کے لئے اختیار کی گئی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ پالیسی اندرونی طور پر امریکی محنت کش عوام کی کھال ادھیڑنے اور بگڑتے ہوئے امریکی مالیاتی اور معاشی بحران کا بار دوسرے ملکوں پر ڈالنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔

جیسے ہی امریکہ نے "نئی معاشی پالیسی" کا اعلان کیا اس کی وجہ سے اندرونی اور بیرونی سخت تضادات ابھر کر سامنے آگئے۔ مغربی یورپ کے سرمایہ دار ملکوں کی زر مبادلہ کی مارکیٹیں بند ہوگئیں اور پوری سرمایہ دار دنیا کو افراتفری نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ یکے بعد دیگرے بہت سے سرمایہ دار ملکوں نے امریکہ پر سخت تنقید کی کہ وہ اپنی بلا دوسرے کے سر ڈالنے میں بہت آگے بڑھ گیا ہے۔

امریکی سامراج کے سکے "ڈالر" کا حالیہ بحران، مئی ۱۹۷۱ء کے بحران کے بعد، ڈالر کا دوسرا بحران تھا۔ مئی ۱۹۷۱ء کے بحران کے بعد، سکے کے عالمی سامراجی نظام میں رد و بدل کیا گیا تھا اور ڈالر کو ڈوبنے سے بچانے کے لئے، جرمن مارک کا لنگر اس سے منسلک کیا گیا تھا۔ اس بار ڈالر کے بحران کی لپیٹ میں جاپانی سکہ "ین" بھی آگیا ہے۔ پچھلے چار برسوں کے دوران سرمایہ دار دنیا کے چاروں بڑے سامراجی سکے یعنی امریکی ڈالر، برطانوی پونڈ اسٹرلنگ، فرانسیسی فرانک اور جرمن مارک ایسے خطرناک مرضوں سے دوچار ہوچکے ہیں۔ جن کی وجہ سے عالمی سامراجی نظام ہچکولے کھانے لگا ہے۔ امریکی سامراج کی خواہش یہ ہے کہ مغربی جرمنی مغرب میں نیٹو کی ذمہ داریاں سنبھالے اور مشرق میں سیٹو کا بار وہ جاپان پر ڈال کر اپنے جنگی رتھ کے دونوں پہیوں کو صحیح سالم رکھنا چاہتا ہے۔ روسی سوشل سامراج نے اپنے سکے "روبل" کو قابل تبادلہ تسلیم کرکے اُس کی بنیادی کمزوری کا اعتراف کرلیا ہے۔

سکے کے عالمی سامراجی نظام کا بنیادی مسئلہ یہ ہوگیا ہے کہ کچھ سکوں نے "مرکزی سکے" کی حیثیت حاصل کرلی ہے۔ جن سے بہت سے دوسرے ملکوں کے سکے منسلک ہیں۔ اس لئے کسی ایک سکے کا بحران صرف اُسی کی حد تک محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اور بین الاقوامی بحران کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

ڈالر کے مئی ۱۹۷۱ء کے بحران اور موجودہ بحران کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیئے۔

اور عالمی سامراجی معیشت اور خاص طور پر امریکی سامراج کی معیشت پر اس کے اثرات تلاش کرنے چاہئیں۔ تاکہ بین الاقوامی طور پر ہماری عالمی سامراج دشمن جدوجہد کی قوت اور سامراجی نظام کی کمزوری دونوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنی سامراج دشمن جدوجہد کی حکمت عملیاں صحیح خطوط پر مرتب کرسکیں۔

امریکی معیشت کے لئے بین الاقوامی ادائیگیوں کے میزان میں مسلسل خسارہ یا بجٹ دونوں ہی جان لیوا مرض ثابت ہو رہے ہیں۔ امریکی ڈالر کی قیمت زیادہ ہونے کی اصل وجہ ادائیگی کے میزان میں مسلسل خسارہ ہے۔ ۱۹۷۰ء میں امریکہ کو بین الاقوامی تجارت میں دس ارب ڈالر کا خسارہ ہوا تھا۔ اس خسارے کا ایک تہائی حصہ دوسرے ملکوں پر اس کی فوج کشی کے اخراجات ہیں۔ اس خسارے میں "امداد" "قرضوں" اور "گرانٹوں" کی صورت میں دوسرے ملکوں پر معاشی جارحیت کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ۱۹۷۱ء کے پہلے چار مہینوں میں یہ خسارہ پانچ ارب ڈالر تھا۔ جس کی وجہ سے دنیا بھر میں ڈالر پر سے تجارتی حلقوں کا اعتماد اٹھ گیا اور مئی میں ایک گھنٹے کے اندر اندر ایک ارب ڈالر ادائیگی کے لئے دنیا کے مختلف تجارتی مرکزوں میں مہیا کردئے گئے۔ ٹوکیو اور زیورچ دبی تک میں، جو اصل میں امریکی خفیہ تجارتی اڈے ہیں ڈالر نے اپنی ساکھ کھو دی اور ڈالر کے ذخیرہ اندوزوں نے دھڑا دھڑ ڈالر کو تبدیل کروانا شروع کردیا۔ صورتحال اسی حد تک بگڑی کہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کو ایک عام ساہوکار کی طرح ڈالر کی مدد کرنا پڑی جبکہ مرکزی بینکوں کے بینک کی حیثیت سے اس کا یہ کام نہیں بلکہ اُسے بڑے بڑے پُروقار انداز میں سامراجی دنیا کے سکوں کی قیمتوں کے نظام کو چلانا چاہیے تاکہ دنیا کی آنکھوں میں غیر جانبداری کی دھول جھونکی جاسکے۔

صدر نکسن کی طرف سے دنیا کے سرمایہ دار ملکوں کے سکوں کی قیمتوں پر نظرثانی کرنے کی حالیہ درخواست "امریکی تاریخ میں، بیرونی دنیا میں ڈالر کی ساکھ کو بحال کرنے اور اندرونی طور پر افراط زر، تیزی سے بڑھتی ہوئی مہنگائی اور خوفناک بیروزگاری پر قابو پانے کی بے انتہا بھونڈی کوشش اور بھیانک ترین اقدام ہے۔ لیکن صدر نکسن کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ ڈالر کی موجودہ شرح تبادلہ اس کی اصل قیمت سے بہت زیادہ ہے۔

اپنے بے انتہا ذرائع رسائل کے باوجود امریکی معیشت کی اس بربادی اور سکے کے عالمی سامراجی نظام کے مئی ۱۹۷۱ء کے بحران اور حالیہ بحران کا بنیادی سبب امریکی سامراج کی جنگ و جارحیت کی پالیسی اور "قرضوں"، "امداد" اور "گرانٹوں" کے ذریعہ دوسرے ملکوں میں اپنے فاضل سرمائے لگاکر سرمایہ کاری کی استحصالی

جارحیت کی پالیسی ہے۔ ان پالیسیوں پر "جیسے کو تیسا" کے اصول پر دنیا بھر کے عوام کی مجاہدانہ یلغار انہیں مسلسل ناکام بنائے جارہی ہے جس کی وجہ سے امریکی معیشت جنجھنی چلی جارہی ہے۔ امریکی سامراج کا جابرانہ سیاسی، معاشی اور سماجی نظام چوپٹ ہوتا چلا جارہا ہے۔ تیس سال سے بھی کم عرصے میں ڈالر اپنی ایسی حیثیت کھو کر کہ دوسرے ملکوں کے سکے اس کا سہارا تلاش کیا کرتے تھے، اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اب دوسرے ملکوں کے سکوں کو اس کی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دینے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ امریکی سامراج ان سے یہ کام اپنی سیاسی پوزیشن کو دباؤ کے طور پر استعمال کرکے لے رہا ہے۔ "دس سرمایہ دار ملکوں" کے مرکزی بینک ڈالر کو موجودہ بحران سے نکالنے کی راہیں تلاش کرنے کی گفت وشنید کرکے یہی "فریضہ" انجام دے رہے ہیں۔

امریکی صدر نے سیاحت پر بندشیں اور چیزوں کی قیمتوں اور محنت کشوں کی تنخواہوں میں اضافے پر پابندی لگا کر اس بحران پر قابو پانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ڈالر کی دوسرے سکوں میں تبدیلی اور سونے کی تجارت پر بندشیں بھی اسی کوشش کا حصہ ہیں۔ لیکن یہ سب اقدامات ڈالر کی ساکھ کے گرنے کے اعتراف (ثبوت) سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

پچھلے دس سال میں مغربی جرمنی نے اپنے سکے "مارک" کی قیمت دو مرتبہ بڑھائی ہے اور دونوں مرتبہ سرکاری طور پر اس کی وجہ یہی بتائی گئی کہ یہ اقدام ڈالر کو سہارا دینے کے لئے کیا گیا ہے۔ یورپین کامن مارکیٹ کے وزراء خزانہ کی میٹنگ میں اس بارے میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکا، لیکن جرمن مارک، فرانسیسی فرانک، اٹلی کا لیرا اور ہالینڈ، بلجیم اور لکسمبرگ کے سکے سب ابھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں۔ بین الاقوامی مارکیٹ میں جرمن مارک کی قیمت، اصلی قیمت سے ۸ فیصد زیادہ لگ رہی ہے۔ یہ بالواسطہ طور پر قیمت کا بڑھنا ہی ہے چنانچہ اگر یورپین کامن مارکیٹ کے ممبر ملک اپنے سکوں کی قیمت نہیں بڑھاتے تب بھی انہیں سات سے آٹھ فیصد تک فائدہ حاصل ہوتا رہے گا۔ اسی سے برطانوی پونڈ کے لئے صورتحال اور زیادہ خراب ہوجائیگی۔

امریکی ڈالر اور دوسرے سکوں کے درمیان قیمت کی دو یکساں شرحیں مقرر کرنے کی بات چیت بھی چل رہی ہے۔ ان میں سے ایک تو عام تجارتی لین دین کی شرح ہوگی اور دوسری سکے کی مارکیٹ کی شرح ہوگی۔ اگر یہ راستہ اختیار کیا گیا تو ادائیگی کے بین الاقوامی نظام میں تبدیلی کرنا پڑیگی اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کو موجودہ بین الاقوامی ادائیگیوں کے نظام پر نظرثانی کرنا پڑے گی۔ جبکہ ابھی یہ سامراجی ادارہ ان تمام بحرانوں کے باوجود بالکل محفوظ ایک خاموش تماشائی کی طرح کھڑا ہے۔ لیکن اس مرتبہ یہ محفوظ رہتا نظر نہیں آتا کیونکہ امریکی صدر نے دوسرے اقدامات کے علاوہ یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اس بین الاقوامی ادارے پر اپنے نظام میں بنیادی تبدیلیاں کرنے پر زور ڈالا جائیگا۔

امریکی صدر کے اس اقدام کا مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ سنہ ۱۹۴۴ء میں جب برٹین ووڈ کے مقام پر بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی تشکیل کی جارہی تھی تو امریکیوں نے وہائٹ پلان پیش کر کے کینیشین پلان کی مخالفت کی تھی۔ کینیشین پلان میں بین الاقوامی ادائیگیوں اور سکوں کے نظام میں بنیادی تبدیلیاں کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اور "بینکر" کے نام سے ایک بین الاقوامی سکے کے اجراء کی تجویز رکھی گئی تھی۔ لیکن اس وقت سامراجی نشے میں چور امریکی اپنے سکے ڈالر کو سب سے مضبوط سکہ کہہ کر اس قسم کی تجاویز کو یکسر رد کردیا کرتے تھے۔ لیکن اب ڈالر کے لئے دائرہ اتنا تنگ ہوچکا ہے کہ خود امریکیوں کو اپنے سکے کے عالمی سامراجی بحران سے بچانے کے لئے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے اس قسم کی درخواستیں کرنا پڑ رہی ہیں۔ عالمی سامراجی نظام اب اتنا گل سڑ چکا ہے کہ سامراجی سرغنے امریکہ کو اب زندگی کی چند اور گھڑیاں حاصل کرنے کے لئے اپنے تمام حاشیہ برداروں کو اس کی بھینٹ چڑھانا پڑیگا۔ اس بحران پر قابو پانے اور بین الاقوامی ادائیگیوں کے سامراجی نظام کو دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے ایک اور ناکام کوشش میں امریکی سامراج کو اپنے تمام حواریوں کو خود اپنی جلائی ہوئی بھٹی میں جھونکنا پڑے گا۔ لیکن اس کے باوجود یہ بحران ختم نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس طرح یہ بحران دوسرے ملکوں میں بھی پھیل جائیگا۔ یہ ممکن ہے کہ امریکی سامراج اپنی جابرانہ حیثیت کے بل بوتے پر فی الوقت انہیں اپنے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کردے اور وہ اپنے سکوں کی قیمتیں بڑھادیں لیکن اس کا مطلب یہی ہوگا کہ امریکی سامراج نے ڈالر کی قیمت گھٹادی۔

ڈالر کی ساکھ کو بچانے کے لئے صدر نکسن کے مندرجہ بالا اقدامات کافی نہیں ہوسکتے۔ اس طرح غیرسرکاری طور پر ڈالر کی قیمت سات فیصد کے بجائے دس فیصد گھٹا کر صورتحال کو وقتی طور پر دوسروں کی قیمت پر اپنے حق میں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ ڈالر کی قیمت اور گھٹانی پڑیگی۔ اس طرح بین الاقوامی مارکیٹ میں ڈالر بہت کمزور ہوجائیگا۔ پونڈ اسٹرلنگ ویسے ہی لرز رہا ہے اور امریکی ڈالر کی قیمت گھٹنے سے اسی کی قیمت گھٹنے کے امکانات اور زیادہ ممکن اور روشن ہوجائیں گے۔

روسی سوشل سامراج اپنے سکے "روبل" کا قابل تبادلہ سکہ ہونے کا اعلان پہلے ہی کرچکا ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہے کہ حالات کو اس حد تک سازگار پاکر وہ مغرب کی بین الاقوامی "سکے" کی مارکیٹ میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ نظریاتی اختلافات تو اسی وقت پس پشت ڈال دیا گیا تھا جب روبل کے قابل تبادلہ سکہ ہونے کا اعلان کیا گیا تھا۔

صدر نکسن نے اس بحران سے نپٹنے کے لئے جو معاشی اور مالیاتی تدابیر اختیار کی ہیں ان کی وجہ سے تاریخ میں پہلی مرتبہ امریکی سامراج اپنا بار خود اٹھانے پر مجبور ہوا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ پہلا واقعہ ہوا ہے کہ امریکی سامراج کی گرفت عالمی تجارت پر ڈھیلی پڑی ہے۔ دوسرے ملکوں سے اپنی درآمدات پر دس فیصد سرچارج لگا کر امریکی سامراج نے اپنی معیشت کو بچانے کی جو کوشش کی ہے وہ عالمی سامراجی معاشی نظام میں ایک اور بحران پیدا کردیگی۔ کیونکہ اس کے جاپانی اور یورپی حواری جو پہلے ہی صنعتی پیداوار کی درآمد کے بحران میں مبتلا ہیں امریکہ کے اس اقدام کی وجہ سے اور زیادہ لڑکھڑا جائیں گے۔ لیکن امریکہ کے اس اقدام کی وجہ سے سب سے زیادہ نقصان وقتی طور پر ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ کے ملکوں کو پہنچے گا۔ کیونکہ اُن کے پاس ابھی اپنے خام مال کو استعمال کرنے کے لئے صنعتیں نہیں ہیں اور ان کی معیشت کا انحصار ہی ان کی خام پیداوار کی برآمد پر ہے۔ ان میں سے زیادہ تر ملکوں کی خام پیداوار کا سب سے "بڑا خریدار" امریکی سامراج ہی ہے۔ صدر کینیڈی نے درآمدی محصول میں نرمی کرکے اپنے وقت کے حالات میں ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکی عوام کے استحصال کا جو راستہ اختیار کیا تھا صدر نکسن نے بدلے ہوئے حالات میں اُس پالیسی کو بدل کر اس کے بالکل متضاد پالیسی اختیار کی ہے اس سے عالمی سامراجی تجارت میں ایک نیا بھیانک بحران آجائے گا۔ ڈالر کی قیمت کو مارکیٹ کے حالات پر چھوڑ کر صدر نکسن نے زرمبادلہ کی شرح کو غیرمتعین رہنے دیا ہے۔ اس کی وجہ سے تجارتی منڈیاں کھلبلی کا شکار ہوجائیں گی کیونکہ ایسی صورت میں تاجر مستقبل کے تجارتی معاہدے کرتے ہوئے پس و پیش کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید سکے کی قیمت میں تبدیلی آجائے اور وہ سکوں کی قیمتوں میں کمی یا بیشی کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ کسی معیاری سکے کی غیر موجودگی اور موجودہ سکوں پر اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سونے کی طرف مائل ہونا بھی لازمی ہے۔ سونا ہی ایک ایسا معیار ہے جس پر سود اور منافع خوری کے نظام

کے وجود میں آنے کے وقت سے آج تک اس نظام کے خالق آدم خور سب سے زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ سونا جنوبی افریقہ اور روس میں نکلتا ہے۔ امریکی سامراج نے ڈالر کی شرح کو مارکیٹ کی صورت حال پر چھوڑ

کر جنوبی افریقہ کی نسل پرست سفید فام حکومت اور روسی سوشل سامراج کو ایک بیش بہا تحفہ پیش کر دیا ہے۔ امریکی اجارہ دار سرمایہ دار جنوبی افریقہ کی سونے کی کانوں میں برابر کے شراکت دار ہیں اور دنیا کو آپس میں تقسیم کر لینے کی حاکمانہ سیاست میں روسی سوشل سامراج سے گٹھ جوڑ کئے ہوئے ہیں، ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک میں مشرق بعید تنزانیہ اور جنوبی امریکہ کے کچھ حصوں میں تھوڑا بہت سونا نکلتا ہے۔

تجارت اور سکے کے نظام میں مندرجہ بالا تبدیلیوں کے ساتھ ہی ساتھ امریکی صدر کی تحفظی پالیسی میں "بیرونی امداد" میں کمی کا اقدام بھی شامل ہے۔ یہ بھی امریکی معیشت کے تہ و بالا ہونے کی نشانی ہے۔ کیونکہ سامراج جس چیز کو امداد، قرضے اور گرانٹ کا نام دیتا ہے یہ چیز دراصل وہ فاضل سرمایہ ہوتا ہے جس کی خود اس کے ملک میں کھپت نہیں ہو پاتی۔ اس لئے کہ خود اس کے ملک کی معیشت اس کے وحشیانہ استحصال کی وجہ سے اس مقام پر پہنچی ہوتی ہے کہ مزید سرمایہ کاری منافع بخش نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس کے ملک میں مزدوروں کی اجرتیں اور پیداواری لاگت کی شرح بہت اونچی ہو چکی ہوتی ہے۔ چنانچہ اپنے فاضل سرمائے کو غیر ترقی یافتہ ممالک میں لگا کر سامراج ان ملکوں کی خام پیداوار اور سستے ذرائع محنت کا مقامی طور پر ہی استحصال کرتا ہے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک میں اپنے یہ مقاصد وہ اپنے مقامی ایجنٹوں سے گٹھ جوڑ کر کے حاصل کرتا ہے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک میں اپنا سرمایہ لگا کر ان کا استحصال کرنے والے اجارہ دار سرمایہ دار پچھلے دس برس سے امریکی سوسائٹی کے دوسرے حلقوں سے "جنگ" کر رہے ہیں۔

امریکی کانگریس میں یہ دوسرے حلقے ۱۹۷۰ء کے بجٹ میں اس سلسلے میں پانچویں حصے کی کٹوتی کر چکے ہیں۔ اور ۱۹۷۱-۷۲ء میں اس کٹوتی کی مقدار اور زیادہ بڑھ جانے کی امید ہے۔ ۱۹۴۹ء میں یورپ میں مارشل پلان کی ابتداء کے وقت امریکی سامراج مجموعی طور پر قومی پیداوار کا تقریباً پونے تین فیصد سرمایہ غیر ممالک میں استحصالی سرمایہ کاری میں لگا رہا تھا جو امریکی سالانہ بجٹ کا ساڑھے گیارہ فیصد ہوتا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں یہ "امدادی پروگرام" مجموعی قومی پیداوار کا اعشاریہ تین فیصد اور سالانہ بجٹ کا صرف ایک فیصد رہ گیا۔ ۱۹۶۱ء کے تین ارب چالیس کروڑ اسی لاکھ ڈالر کے مقابلے میں آج یہ "امدادی رقم" تین ارب ستاون کروڑ ڈالر ہے۔ یعنی صرف بارہ کروڑ بیس لاکھ ڈالر زیادہ ہے۔ جبکہ ان دس برسوں میں ڈالر کی قیمت کم سے کم ایک تہائی کم ہو گئی ہے۔ مجموعی قومی پیداوار کے تناسب کے لحاظ سے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ملکوں میں اپنا فاضل سرمایہ لگا کر ان کا استحصال کر کے منافع کمانے والے ملکوں کی فہرست میں امریکی سامراج جو پہلے نمبر پر تھا اب سب سے نیچے نظر آتا ہے۔ امریکی اجارہ دار سرمایہ داروں میں اس صورت حال سے بڑی تشویش پائی جاتی ہے۔ ان سرمایہ داروں کے نمائندے، عالمی بنک کے صدر رابرٹ میکنمارہ کے اس بیان سے صورتحال کی واضح تصویر سامنے آ جاتی ہے کہ "اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ امریکہ کے اندرونی مسائل خاص طور سے سماجی اور معاشی میدانوں میں مزید توجہ اور مالی امداد چاہتے ہیں لیکن صرف سخت ضرورتمند غریبوں کی امداد کاٹ کر یہ مقصد حاصل کرنا بالکل غیر حقیقت پسندانہ اقدام ہے۔" اجارہ دار سرمایہ داروں کا یہ نمائندہ اسے خالص ساہوکاری منافع میں کمی واقع ہو جانے کی وجہ سے "سخت ضرورتمند غریب قوموں" کے لئے کیسے مگرمچھ کے آنسو بہا رہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی یہ بلبلاہٹ اپنے منافع میں کمی کے خدشے کا ننگا اظہار ہے۔ سامراجی معاشی حلقوں کا اندازہ ہے کہ اگلے دس سال میں امریکہ کا منافع پچاس فیصد بڑھ جائیگا اور ۱۹۷۹ء میں، اگر قیمتیں یہی رہیں تو اس کی مجموعی قومی آمدنی ۱۹۶۹ء کے مقابلے میں پانچ سو ارب ڈالر زیادہ ہو جائے گی۔ امریکہ کے سامراجی اجارہ دار سرمایہ دار، جن کے ملک کی آبادی دنیا کی مجموعی آبادی کا صرف چھ فیصد ہے، دنیا کے چالیس فیصد

ذرائع ہڑپ کرتے رہیں گے۔

لیکن امریکی سامراج جن مسائل سے دوچار ہے ان کے پیش نظر یہ سب اندازے "جاگتے کے خواب" ثابت ہوں گے۔ آج امریکی سامراج اور اس کے حواریوں کی گرفت سے آزاد ہوتے ہوئے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام اور سامراج اور اس کے حواری ملکوں کے محنت کش عوام عالمی سامراجی نظام کو تہس نہس کر کے ایک نئی دنیا بسانے کے سرفروشانہ عزم سے سرشار عالمی سامراجی نظام پر مجاہدانہ یلغار کر رہے ہیں۔ وہ عالمی سامراجی نظام کو دفنا کر ایک ہنستی کھیلتی دنیا ضرور آباد کریں گے۔

بقیہ اے وطن

ترمیم پسندوں نے "سوشلسٹ برادری" کے نام پر اس ملک کو "فتح" کر لیا۔ ان دس سالوں میں تاریخ نے روسی حکمرانوں کے چہرے پر پڑا ہوا نقاب نوچ ڈالا، اور عوام اس حقیقت کو جان اور پہچان گئے کہ روس کے موجودہ حکمران پرانے زاروں کی توسیع پسندانہ پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ عوام میں بھرم کھونے کا یہی وہ سبب ہے کہ جس کے نتیجے میں ترمیم پسند روس جو آج پہلے سے بڑی ایٹمی قوت ہے، آج خود کو پہلے سے تنہا و کمزور محسوس کر رہا ہے اور اسی سبب وہ آج "دفاعی معاہدوں" پر مجبور ہو گیا ہے۔ ماسکو میں چمکنے والے سرخ درخشاں ستارے کی روشنی، چمک دمک اور جگمگاہٹ ترمیم پسندی کے غبار کے سبب ماند پڑ گئی ہے۔ کرۂ ارض کے چاروں طرف انقلابی عوام کے انبوہِ کثیر، امریکی سامراج کے ساتھ ساتھ روسی سوشل سامراج مردہ باد کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ وقت آنے پر روس اور دنیا کے عوام ترمیم پسندوں کی غدارانہ سرگرمیوں اور جرائم کا پورا حساب بیباق کریں گے۔

بقیہ پیاسی کا رجسٹریشن منسوخ کیا جائے

بھی دیا جانے والا تحفظ بھی حاصل نہیں ہے
حقیقت یہ ہے کہ خود مشرقی پاکستان کی پیاسی یونین نے عوامی لیگ کی مزدور تنظیم جاتیو سرامک لیگ کے ساتھ الحاق کیا ہوا تھا۔ اور وہاں ریفرنڈم کے موقع پر عوامی لیگ کے قائدین عبدالمنان اور قمرالزمان صاحبان نے پیاسی کے پلیٹ فارم سے پیاسی کے حق میں بڑی دھواں دھار تقاریر بھی کی تھیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ گذشتہ عرصہ میں پی۔ آئی۔ اے کے اندر قانون کی جسقدر بھی خلاف ورزیاں اور بدعنوانیاں ہوتی رہی ہیں ان کی اعلیٰ سطحی تحقیقات کرائی جائے۔ اور مجرموں کو سخت ترین سزائیں دی جائیں۔

غیر قانونی ہڑتال کرنے اور اوپر بیان کئے ہوئے دیگر جرائم کا ارتکاب کرنے پر مغربی پاکستان پیاسی یونین کا رجسٹریشن منسوخ کیا جائے۔

مشرقی پاکستان میں پیاسی کی نمائندہ یونین کی حیثیت سے نام زدگی ختم کر کے ایئر وینز ایمپلائز یونین ہی کو بحال رکھا جائے خصوصاً اب جب کہ حکومت نے وہاں تمام لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان بھی کر دیا ہے۔

تصحیح

گزشتہ ماہ سرورق پر حاجی عدیل صاحب کی نظم پرولتاریہ کی آخری تین سطروں کو اس طرح پڑھا جائے۔

مری معلم حیات میری
مرا سماجی وجود مجھکو
شعور و ادراک دے رہا ہے

ماؤزے تنگ

نئی جمہوری آئینی حکومت

یہ امر انتہائی اہم ہے کہ آج انجمن برائے فروغ آئینی حکومت کے افتتاحی اجلاس کے موقع پر ینان میں تمام حلقوں کے نمائندے یہاں یکجا ہوئے ہیں اور ہر شخص آئینی حکومت میں دلچسپی لے رہا ہے۔ ہماری اس انجمن کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد عوام کو اپنی خواہش کے مکمل اظہار کی سہولت دینا، جاپان کو شکست دینا اور ایک نیا چین قائم کرنا ہے۔

جاپان کے خلاف مسلح مزاحمت، جس کی ہم سب حمایت کرتے ہیں۔ پہلے ہی جاری ہے اور اب سوال صرف اس پر ثابت قدم رہنے کا ہے۔ لیکن ایک اور بات بھی ہے، یعنی جمہوریت، جس پر اب عملدرآمد نہیں کیا جا رہا۔ آج چین میں یہ دونوں باتیں اولین اہمیت کی حامل ہیں۔ چین میں یقیناً بہت سے عوامل کی کمی ہے، لیکن بنیادی طور پر دو عوامل کی کمی ہے، یعنی خودمختاری اور جمہوریت۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی عدم موجودگی میں چین کے معاملات بخوبی نہیں نمٹائے جا سکیں گے۔ ان دو عوامل کی کمی کے ساتھ دو عوامل فاضل بھی ہیں۔ وہ عوامل کیا ہیں؟ سامراجی جبر و تشدد اور جاگیردارانہ جبر و تشدد۔ ان دو فاضل عوامل کے باعث ہی چین نو آبادیاتی، نیم نو آبادیاتی اور نیم جاگیردارانہ ملک بن گیا ہے۔ آج ہمارے ملک کے تمام عوام کے بنیادی مطالبات خود مختاری اور جمہوریت ہیں اس لیے ہمیں سامراج اور جاگیرداری کو نیست و نابود کر دینا چاہئے انہیں ثابت قدمی سے مکمل طور پر اور رتی برابر رحم کے بغیر تباہ کر دینا چاہئے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ صرف تعمیر کی ضرورت ہے تباہی کی نہیں۔ خوب، تو ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں: کیا وانگ جنگ وی کو نیست و نابود نہیں کرنا چاہئے؟ کیا جاپانی سامراج کو نیست و نابود نہیں کرنا چاہئے؟ کیا جاگیردارانہ نظام کو نیست و نابود نہیں کرنا چاہئے؟ تاوقتیکہ آپ ان برائیوں کو نیست و نابود نہیں کرتے، تعمیر کا سوال قطعی طور پر خارج از بحث ہے۔ صرف انہیں نیست و نابود کرنے کے بعد ہی چین کو بچایا جا سکتا ہے اور تعمیر کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ یہ سب محض خواب کی باتیں ہوں گی۔ پرانے اور فرسودہ عوامل کو تباہ کرنے کے بعد ہی ہم نئے اور توانا عوامل پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر خودمختاری اور جمہوریت کو مربوط کیا جائے تو اس کا مطلب جمہوریت کی بنیاد پر مزاحمت یا مزاحمت کے لئے جمہوریت ہوگا۔ جمہوریت کے بغیر مزاحمت ناکام ہو جائے گی۔ جمہوریت کے بغیر مزاحمت جاری نہیں رکھی جا سکے گی۔ جمہوریت کی موجودگی میں ہم یقیناً فتحیاب ہوں گے۔ خواہ ہمیں آٹھ یا دس برس تک مزاحمت کیوں نہ جاری رکھنی پڑے۔

آئینی حکومت کیا ہے؟ یہ جمہوری نظام ہے۔ ہمارے بوڑھے رفیق اوؔ نے ابھی جو کچھ کہا ہے میں اس سے متفق ہوں۔ لیکن آج ہمیں کس طرز کے جمہوری نظام کی ضرورت ہے؟ نئی جمہوریت کا نظام، نئی جمہوریت کی آئینی حکومت۔ نہ کہ پرانی فرسودہ، یورپی۔ امریکی طرز کی نام نہاد جمہوریت جو بورژوا آمریت ہے، اور نہ ہی سوویت طرز کی جمہوریت جو پرولتاری آمریت ہے۔

پرانی طرز کی جمہوریت جس پر بیرونی ملکوں میں عملدرآمد کیا جاتا تھا، اب فرسودہ ہو چکی ہے اور رجعت پسندی کا روپ دھار گئی ہے۔ ہمیں کسی حالت میں بھی اس قسم کی رجعت پسند شئے کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔ چین کے کٹر عناصر جس طرز کی آئینی حکومت کا ذکر کر رہے ہیں، وہ بیرونی ملکوں میں موجود پرانی طرز کی بورژوا جمہوریت ہے۔ لیکن زبانی طور پر وہ جس طرز کی آئینی حکومت کے خواہاں ہیں، حقیقتاً اس کے خواہاں نہیں ہیں۔ وہ صرف عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ حقیقتاً وہ ایک جماعتی فسطائی آمریت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف چین کا قومی بورژوا طبقہ واقعتاً اس طرز کی آئینی حکومت اور چین میں بورژوا آمریت قائم کرنا چاہتے ہیں —

، لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چینی عوام اس قسم کی حکومت نہیں چاہتے اور وہ بورژوا طبقے کی یک طبقاتی آمریت کا خیر مقدم نہیں کریں گے چین کے معاملات کا فیصلہ لازماً چینی عوام کے انبوہ کثیر کو کرنا چاہئے، اقتدار پر بورژوا طبقے کی یک طبقاتی اجارہ داری کی قطعی طور پر اجازت نہیں ہونی چاہئے تو پھر سوشلسٹ جمہوریت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یقیناً یہ بہت اچھی ہے اور بالآخر پوری دنیا پر چھا جائیگی۔ لیکن اس طرز کی جمہوریت ابھی چین میں قابل عمل نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں وقتی طور پر اسے ترک کر دینا پڑے گا۔ سوشلسٹ جمہوریت کو بروئے عمل لانا صرف اس وقت ممکن ہوگا جبکہ مخصوص شرائط وجود میں آ جائینگی۔ آج چین کو جس طرز کا جمہوری نظام درکار ہے، وہ نہ تو پرانی طرز کی جمہوریت ہے اور نہ ہی سوشلسٹ طرز کی جمہوریت، بلکہ نئی جمہوریت ہے جو دور حاضر کے چین کے حالات کے لئے موزوں ہے۔ اب جو آئینی حکومت قائم ہو وہ نئی جمہوری آئینی حکومت ہونی چاہیے۔

نئی جمہوری آئینی حکومت کیا ہے؟ یہ ملکی غداروں اور رجعت پسندوں پر کئی انقلابی طبقوں کی مشترکہ آمریت ہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا تھا: ”اگر کھانا موجود ہو تو ہر ایک کو اس میں شریک ہونے دو۔“ میرا خیال ہے کہ اس فقرے کو نئی جمہوریت سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ جیسے کہ کھانا موجود ہو تو ہر ایک شخص اس میں شریک ہو سکتا ہے، ویسے ہی اقتدار پر کسی ایک پارٹی، گروہ یا طبقے کی اجارہ داری نہیں ہونی چاہئے۔ ڈاکٹر سن یت سین نے ”چین کی کومن تانگ کی پہلی قومی کانگریس کے ”منشور“ میں اسی خیال کی بہترین وضاحت کی تھی۔ اس منشور میں کہا گیا ہے:

جدید ریاستوں میں نام نہاد جمہوری نظام پر عموماً بورژوا طبقے نے اجارہ حاصل کر لیا ہے اور یہ عام لوگوں کو دبانے کے لئے محض ایک ہتھیار بن گیا ہے۔ جہاں تک کومن تانگ کے اصول جمہوریت کا تعلق ہے، وہ ایک ایسا جمہوری نظام ہے جو چند افراد کی نجی ملکیت نہیں ہے بلکہ اس میں تمام عام لوگ شریک ہوں گے۔

رفیقو! آئینی حکومت کے مطالعے میں ہمیں مختلف کتابیں پڑھنی چاہئیں لیکن ہمیں خاص طور پر اس منشور کا مطالعہ کرنا چاہئے اور مذکورہ بالا یہ فقرے اچھی طرح پڑھنے چاہئیں اور ازبر کر لینے چاہئیں ”وہ جو چند افراد کی نجی ملکیت نہیں ہیں بلکہ اس میں تمام عام لوگ شریک ہوں گے“، یہ اسی نئی جمہوری آئینی حکومت کا ٹھوس تجزیہ ہی ہے جس کی توضیح ہم نے کی ہے، یہ ملکی غداروں

اور رجعت پسندوں پر کیا انقلابی طبقوں کی مشترکہ جمہوری آمریت ہے۔ اور یہی آئینی حکومت ہے جو آج ہمیں درکار ہے۔ یہ آئینی حکومت جاپان دشمن متحدہ محاذ کی آئینی حکومت ہی ہے۔

آج ہمارے اجلاس کا مقصد آئینی حکومت کے قیام کا مطالبہ یا اس پر زور دینا ہے۔ ہمیں اس پر کیوں "زور دینا" چاہیے؟ اگر ہر شخص پیش قدمی کر رہا ہے تو زور دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم نے اس انجمن کا اجلاس منعقد کرنے کی تکلیف کیوں اٹھائی؟

کیونکہ کچھ لوگ پیش قدمی کی بجائے لیٹے ہوئے ہیں اور آگے چلنے سے انکار کر رہے ہیں۔ وہ نہ صرف پیش قدمی سے انکار کرتے ہیں بلکہ پیچھے جانا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں پیش قدمی کے لئے کہیں، تو وہ ایسا کرنے کے مقابلے میں مر جانا پسند کریں گے، یہ لوگ کٹر عناصر ہیں۔ وہ اتنے کٹر ہیں کہ ان پر "زور دینے" کے لئے ہمیں یہ اجلاس منعقد کرنا پڑا ہے۔ "زور دینے" کی اصطلاح کہاں سے آئی ہے؟ اس سلسلے میں سب سے پہلے کس نے اس اصطلاح کا استعمال کیا؟ ہم نے نہیں بلکہ ایک عظیم اور محترم ہستی ڈاکٹر سن یت سین نے اس کا استعمال کیا تھا جنہوں نے کہا تھا: "میں نے چالیس برس سے اپنے آپ کو قومی انقلاب کے لئے وقف کر رکھا ہے۔" دیکھیے، کیا ان کے وصیت نامے میں یہ تحریر نہیں ہے کہ "ابھی حال ہی میں میں نے قومی اسمبلی طلب کرنے کی سفارش کی ہے، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مختصر ترین مدت میں اس کی عمل پذیری پر "زور دینا" خاص طور پر ضروری ہے۔ آپ کے لئے یہ میری ایک دلی نصیحت ہے"؟ رفیقو، یہ عام "نصیحت" نہیں بلکہ "دلی نصیحت" ہے۔ ایک "دلی نصیحت" کوئی معمولی نصیحت نہیں ہوتی، چنانچہ اسے لاپرواہی سے نظر انداز کرنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے۔ مزید برآں "مختصر ترین مدت" ہے۔ اول تو یہ کہ طویل ترین مدت نہیں ہے، دوم یہ کہ نسبتاً طویل مدت نہیں ہے اور سوم یہ کہ عام مختصر مدت نہیں ہے، بلکہ "مختصر ترین مدت" ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ قومی اسمبلی مختصر ترین مدت میں طلب کی جائے تو ہمیں اس پر "زور دینا" چاہیے۔ ڈاکٹر سن یت سین کے انتقال کو پندرہ برس گزر چکے ہیں، لیکن قومی اسمبلی جس کی انہوں نے سفارش کی تھی آج تک طلب نہیں کی گئی۔ بعض لوگوں نے ہر روز سیاسی سرپرستی کا ذلیل بہانہ کر کے "مختصر ترین مدت" کو طویل ترین مدت میں تبدیل کر کے بے حسی کے ساتھ وقت ضائع کیا ہے۔ اس کے باوجود وہ جلیفہ ڈاکٹر سن یت سین کے نام کی آڑ ہی لیتے ہیں۔ نہ معلوم ڈاکٹر سن یت سین کی روح اپنے ان نااہل پیرو کاروں کو کس قدر لعن طعن کرتی ہوگی! اب یہ بات قطعی واضح ہو گئی ہے کہ زور دیے بغیر پیش قدمی نہیں ہوگی۔ "زور دینا" اس لئے ضروری ہے کہ بہت سے لوگ پیچھے جا رہے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگ تا حال بیدار نہیں ہوئے۔

کیونکہ کچھ لوگ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں ہمیں ان پر زور دینا ہے۔ کچھ دوسروں پر ہمیں اس لئے زور دینا ہے کہ وہ سست رفتار ہیں۔ اسی وجہ سے ہم آئینی حکومت کے قیام پر زور دینے کے لئے بہت سے جلسے بلا رہے ہیں۔ نوجوانوں نے اس قسم کا جلسہ کر لیا ہے اور عورتیں، مزدور، اسکول، سرکاری ادارے اور فوجی یونٹیں پہلے کر چکے ہیں۔ یہ سب کچھ بہت زندگی بخش اور بہترین ہے۔ اور اب اسی مقصد کے لئے ہم یہ جلسۂ عام کر رہے ہیں تاکہ ہم سب آئینی حکومت کے فوری قیام اور ڈاکٹر سن یات سین کی تعلیمات کے فوری اطلاق پر زور دینے کے لئے مصروف عمل ہو جائیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں، "تم ینان میں ہو جب کہ وہ لوگ دوسرے مختلف مقامات پر ہیں۔ تمہارے زور دینے کا کیا فائدہ ہے جب کہ وہ اس پر کوئی توجہ ہی نہیں دیتے؟" ہاں، اس کا کچھ فائدہ ہے۔ چونکہ عوامل فروغ پذیر ہیں اس لئے انہیں متوجہ ہونا ہی پڑے گا۔ اگر ہم زیادہ انجمنیں قائم کریں، زیادہ مقالات تحریر کریں، زیادہ تقاریر کریں اور زیادہ برقیے روانہ کریں تو ان کے لئے عدم توجہی سے کام لینا ناممکن ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ ینان میں ہماری بہت سی انجمن ہائے برائے فروغ آئینی حکومت دو بڑے مقاصد کی حامل ہیں۔ ایک مقصد مسئلے کا مطالعہ اور دوسرا مقصد لوگوں کو آگے کی جانب دھکیلنا ہے۔ ہمیں مطالعے کی کیوں ضرورت ہے؟ اس لئے کہ، فرض کیجئے وہ پیش قدمی نہیں کرتے اور آپ ان پر زور دیتے ہیں، اگر وہ پوچھ بیٹھیں کہ آپ ہم پر کیوں زور دے رہے ہیں؟ تو یہ ضروری ہے کہ ہم اس کا جواب دینے کے قابل ہوں۔ اس کے لئے ہمیں آئینی حکومت کے اسباب و علل کا اچھی طرح مطالعہ کرنا چاہیے۔ ابھی ابھی ہمارے بوڑھے رفیق او نے اپنی تقریر میں جو کچھ کہا ہے وہ سب اسباب و علل ہیں۔ تمام اسکولوں، سرکاری اداروں، فوجی یونٹوں اور تمام حلقوں کے لوگوں کو آئینی حکومت کے اس مسئلے کا مطالعہ کرنا چاہیے جو اب ہمیں درپیش ہے۔

جب ہم اس کا مطالعہ کر لیں تو ہم لوگوں کو آگے کی جانب دھکیل سکتے ہیں۔ ا[ن] کو آگے کی جانب دھکیلنے کا مطلب ان پر "زور دینا" ہے اور جب ہم ہر میدا[ن] میں ان کو دھکیلیں گے تو تمام عوامل بتدریج آگے بڑھیں گے اور بعد میں بہت سی چھوٹی ندیاں مل کر ایک عظیم دریا کی صورت اختیار کر کے تمام فرسودہ اور گندی چیزوں کو بہا لے جائیں گی۔ اس طرح نئی جمہوری آئینی حکومت وجود میں آئیگی۔ اس طرح سے دھکیلنے کا اثر بہت زیادہ ہوگا۔ جو کچھ ہم ینان میں کر رہے ہیں۔ پورے ملک پر ا[س] کا اثر ناگزیر ہے۔

رفیقو! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے اجلاس منعقد کیے اور برقیے روا[نہ] کیے تو کٹر عناصر خوفزدہ ہو جائیں گے، پیش قدمی شروع کر دیں گے اور ہمارے احکام کے تابع ہو جائیں گے؟ نہیں، وہ اتنے فرمانبردار نہیں ہوں گے۔ ا[ن] میں بہت سے افراد کٹر عناصر کے لئے مخصوص تربیتی اسکولوں سے فارغ التحص[یل] ہیں۔ وہ آج کٹر عناصر ہیں اور کل بھی، حتیٰ کہ برسوں بھی کٹر عناصر ہی رہیں گے۔ ک[ٹر] اور ضدی کا مطلب کیا ہے؟ ضدی کا مطلب غیر تغیر پذیر ہے اور کٹر سے مراد آ[ج] کل، حتیٰ کہ برسوں بھی ترقی کے خلاف اڑے رہنا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو عناصر کہتے ہیں۔ ان سے اپنی بات منوانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

جہاں تک ان آئینی حکومتوں کا تعلق ہے، جن سے دنیا اب تک آگاہ ہوئی ہے، خواہ وہ برطانیہ، فرانس، امریکہ یا سوویٹ یونین میں ہوں، ان کا مطلب انقلاب میں فتح حاصل کر کے جمہوریت کے حقیقی قیام کے بعد اس کو تسلیم کرنے کے لئے بنیادی قوانین کا ایک ڈھانچہ، یعنی ایک آئین نافذ کرنا ہے لیکن چین کا معاملہ مختلف ہے۔ چین میں تا حال انقلاب کامیاب نہیں ہوا۔ اور جمہوری نظام ہمارے سرحدی علاقے جیسے علاقوں کے سوا ابھی تک اور کہیں بھی حقیقت کا روپ اختیار نہیں کر سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کے چین میں نیم نوآبادیاتی اور نیم جاگیردارانہ نظام حکومت ہے، اگر ایک اچھا آئین نافذ کر بھی دیا جائے تو لازماً جاگیردارانہ قوتیں اسی کی راہ میں مزاحم ہوں گی اور کٹر عناصر سد راہ ہوں گے، چنانچہ اس پر بلا روک ٹوک عملدرآمد ناممکن ہوگا۔ اسی لئے آئینی حکومت کے لئے موجودہ تحریک ایسی جمہوریت کو، جو پہلے ہی حقیقت کا روپ دھار چکی ہے، تسلیم کرنے کی بجائے ایک ایسی جمہوریت کے لئے کوشش ہے جو تا حال حاصل نہیں کی گئی ہے۔ یہ ایک بڑی جد و جہد ہے اور یقیناً یہ کوئی سہل یا آسان معاملہ نہیں ہے۔

وہ لوگ ✻ ۲ جو آئینی حکومت کی مسلسل مخالفت کر رہے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ جاپان دشمن لوگ ان پر اتنا دباؤ ڈال رہے ہیں کہ ان کے پاس کسی قدر ابن الوقتی سے کام لینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اور وہ باد ان[ا]

بلند چلا رہے ہیں: "ہم ہمیشہ آئینی حکومت کی حمایت کرتے رہے ہیں!" اور بلا کا شور و غوغا کر رہے ہیں۔

برسوں پہلے ہم نے "آئینی حکومت" کے الفاظ سنے تھے، لیکن ابھی تک ہم نے اس کا کوئی نشان نہیں دیکھا۔ یہ لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں، اور آئینی حکومت کے معاملے میں انہیں منافق کہا جا سکتا ہے۔ ان کی منافقت نام نہاد "ہمیشہ حمایت کرتے رہے ہیں" کی ایک حقیقی صورت ہے۔ آج کے کٹر عناصر ایسے ہی منافق ہیں۔ ان کی آئینی حکومت ایک فریب ہے۔ ممکن ہے کہ مستقبل قریب ہی آپ کو ایک آئین اور پھر ایک صدر مل جائے، لیکن جہاں تک جمہوریت اور آزادی کا تعلق ہے، معلوم نہیں وہ کب آپ کو نصیب ہوں گی۔ جہاں تک آئین کا تعلق ہے، چین میں پہلے بھی ایک آئین موجود تھا۔ کیا چیاؤ کھون نے ایک آئین *۳ نافذ نہیں کیا تھا؟ لیکن جمہوریت اور آزادی کا وجود کہاں تھا؟ جہاں تک صدور کا تعلق ہے، ان کی تعداد اور بھی زیادہ ہے۔ پہلے صدر سن یت سین اچھے تھے، لیکن یوان شی کھائی *۴ نے انہیں ہٹا دیا۔ دوسرا صدر یوان شی کھائی، تیسرا صدر لی یوان ہوانگ *۵، چوتھا صدر فنگ کو چانگ *۶ اور پانچواں صدر شو شی چانگ *۷، تھا جو واقعتاً بہت زیادہ تھے، لیکن کیا مطلق العنان شہنشاہوں اور ان میں کوئی فرق تھا؟ ان کا آئین ہو یا صدور ہوں، سب دھوکہ تھے۔ موجودہ دور میں برطانیہ، فرانس اور امریکہ جیسے ملکوں کی نام نہاد آئینی اور جمہوری حکومتیں درحقیقت آدم خور حکومتیں ہیں۔ یہی صورت حال وسطی اور جنوبی امریکہ میں بھی موجود ہے، جہاں بہت سے ملکوں نے ری پبلک کے سائن بورڈ آویزاں کر رکھے ہیں، لیکن درحقیقت وہاں جمہوریت کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ چین کے موجودہ کٹر عناصر بھی ایسے ہی ہیں۔ آئینی حکومت کے بارے میں ان کی باتیں صرف "گندم نما جو فروشی" کے مصداق ہیں۔ وہ آئینی حکومت کی گندم دکھاتے ہیں، جب کہ یک جماعتی آمریت کا جو فروخت کرتے ہیں۔ میں ان پر بے بنیاد حملہ نہیں کر رہا۔ میرے الفاظ مدلل ہیں، کیونکہ وہ ایک طرف آئینی حکومت کے بارے میں باتیں کرتے ہیں، لیکن دوسری طرف عوام کو آزادی کا عشر عشیر بھی نہیں دیتے۔

رفیقو، حقیقی آئینی حکومت آسانی سے کبھی حاصل نہیں ہو گی، یہ صرف سخت جدوجہد کے ذریعے ہی حاصل کی جا سکتی ہے اس لئے آپ کو یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ ہم اجلاس منعقد کرنے، برقیے روانہ کرنے اور مقالات تحریر کرنے کے فوراً بعد آئینی حکومت حاصل کر لیں گے اور نہ ہی آپ کو یہ توقع رکھنی چاہئے کہ جونہی عوامی سیاسی کونسل نے *۸ قرارداد منظور کی، قومی حکومت نے حکم جاری کیا اور ۱۲/ نومبر کو قومی اسمبلی *۹ منعقد کی گئی، ایک آئین نافذ کیا گیا۔ اور حتیٰ کہ ایک صدر منتخب کیا گیا، ہر شے بہترین اور دنیا میں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ ناممکن ہے، آپ الجھن میں نہ پڑیں۔ عام لوگوں کے سامنے بھی اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ وہ بھی الجھن کا شکار نہ ہوں۔ معاملات کبھی اتنے سہل نہیں ہوں گے۔

کیا ہمیں یہ واویلا کرنا چاہئے کہ ہم اپنا نصب العین کھو چکے ہیں! معاملات اتنے مشکل ہیں کہ آئینی حکومت کے قیام کی امید نظر نہیں آتی۔ لیکن ایسی بات بھی نہیں ہے۔ آئینی حکومت کے لئے اب بھی امید ہے بلکہ بہت بڑی امید ہے۔ اور چین یقیناً ایک نئی جمہوری ریاست بن کر رہے گا۔ کیوں؟ آئینی حکومت کے سلسلے میں جو مشکلات ہیں وہ کٹر عناصر کی گڑبڑ کے باعث ہی پیدا ہوتی ہیں لیکن کٹر عناصر ہمیشہ کٹر نہیں رہ سکتے اور یہی وجہ ہے کہ ابھی تک ہماری امیدیں بلند ہیں۔ دنیا بھر کے کٹر عناصر اگرچہ آج کٹر ہو سکتے ہیں، اسی طرح کل، حتیٰ کہ برسوں بھی کٹر ہو سکتے ہیں، لیکن ہمیشہ کے لئے کٹر نہیں ہو سکتے۔ انجام کار ان میں تبدیلی پیدا ہو گی۔ مثال کے طور پر وانگ چنگ وی کو لیجئے، وہ خاصے طویل عرصے کٹر رہا لیکن وہ جاپان دشمن صفوں میں اپنے نہ رکھ سکا اور جاپانیوں کی گود میں چلا گیا۔ ایک اور مثال چانگ کو تھاؤ کی بھی

طویل عرصے کٹر رہا لیکن جب ہم نے کئی اجلاس منعقد کئے اور اس کے خلاف مسلسل جدوجہد کی تو وہ بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ دراصل کٹر عناصر کٹر تو ہو سکتے لیکن موت کی حد تک کٹر نہیں ہو سکتے اور بالآخر ان میں تغیر رونما ہوتا ہے۔ وہ سکتے کی غلاظت جیسی کسی غلیظ و حقیر شے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور کچھ اچھے بھی بن جاتے ہیں اور یہ بھی انکے خلاف ہماری مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اچھے بن جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ کٹر عناصر میں بالآخر تغیر رونما ہو جاتا ہے کٹر عناصر کے پاس ہمیشہ بہت سے منصوبے ہوتے ہیں یعنی دوسروں کو نقصان پہنچا کر فائدہ حاصل کرنے اور منافقت سے کام لینے کے منصوبے، وغیرہ۔ لیکن ہمیشہ ہوتا یہ ہے کہ کٹر عناصر جس چیز کے خواہاں ہوتے ہیں اس کے برعکس پاتے ہیں۔ وہ ناگزیر طور پر دوسروں کو نقصان پہنچانے سے کسی کام کا آغاز کرتے ہیں، لیکن اس کا انجام ان کی اپنی تباہی کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہم نے ایک دفعہ کہا تھا۔ کہ چیمبرلین "اپنے ہی پاؤں کو کچلنے کے لئے چٹان اٹھا رہا ہے" اور اب یہ بات حقیقت ثابت ہو گئی ہے۔ چیمبرلین کی دلی خواہش تھی کہ سوویت عوام کے پاؤں کو کچلنے کے لئے ہٹلر کو چٹان کے طور پر استعمال کرے، لیکن گزشتہ سال ستمبر میں جب جنگ شروع ہوئی جس میں جرمنی ایک طرف اور برطانیہ اور فرانس دوسری طرف تھے۔ تو اس کے ہاتھوں میں جو چٹان تھی وہ اس کے اپنے پاؤں پر گر گئی۔ آج تک یہ چٹان چیمبرلین کے پاؤں کو مسلسل کچل رہی ہے۔ چین میں بھی ایسی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ یوان شی کھائی عام لوگوں کے پاؤں کو کچلنا چاہتا تھا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے اپنے آپ کو کچل لیا، اور وہ شہنشاہ بننے کے چند ماہ بعد فوت ہو گیا۔ *۱۰۔ توان چی ژوئی، شو شی چانگ، چیاؤ کھون، اور وو پئی فو وغیرہ سب عوام کو کچلنا چاہتے تھے، لیکن انجام کار عوام نے ان سب کا تختہ الٹ دیا۔ جو بھی دوسروں کے نقصان پر فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

میرا خیال ہے، آج کے کمیونسٹ دشمن، کٹر عناصر اگر پیش قدمی نہیں کریں گے تو وہ بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے۔

— وہ اتحاد کے بلند بانگ بہانے کی آڑ میں ترقی پسند شینسی۔ کانسو۔ نینگسیا۔ سرحدی علاقے، ترقی پسند آٹھویں روٹ اور نئی چوتھی فوجوں، ترقی پسند کمیونسٹ پارٹی اور ترقی پسند عوامی تنظیموں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس اسی قسم کے بہت منصوبے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کا نتیجہ کٹر پن کے ہاتھوں ترقی کے خاتمے کی صورت میں نہیں بلکہ ترقی کے ہاتھوں کٹر پن کے خاتمے کی صورت میں نکلے گا۔ خاتمے سے بچنے کے لئے کٹر عناصر کے لئے پیش قدمی کے علاوہ واقعتاً کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ چنانچہ ہم انہیں اکثر مشورہ دیا کرتے ہیں کہ وہ آٹھویں روٹ فوج، کمیونسٹ پارٹی اور سرحدی علاقے پر حملے نہ کریں۔ اگر وہ لازماً ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ وہ ایک قرارداد تیار کریں جس کی پہلی دفعہ یہ ہو: "چونکہ ہم کٹر عناصر اپنا خاتمہ کرنے اور کمیونسٹ پارٹی کو وسیع پھیلاؤ کا موقع دینے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں، اسی لئے ہم کمیونسٹ پارٹی اور سرحدی علاقے پر حملے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔" کٹر عناصر "کمیونسٹ پارٹی کی سرکوبی" کے کافی تجربات رکھتے ہیں اگر اب وہ پھر ایسا کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس کے لئے آزاد ہیں۔ چونکہ انہوں نے اپنا کھانا پیٹ بھر کھایا ہے اور اچھی نیند سوئے ہیں، اس لئے اگر وہ دوسر کوبی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس کی آزادی ہے۔ تاہم انہیں مذکورہ بالا قرارداد پر عملدرآمد کے لئے تیار رہنا چاہئے کیونکہ وہ ناقابل ترمیم ہے۔ گزشتہ دس برس میں "کمیونسٹ پارٹی کی سرکوبی" اسی قرارداد کے مطابق ہوتی رہی ہے۔ اگر آئندہ مزید کوئی "سرکوبی" ہوئی، تو وہ پھر اسی قرارداد کے مطابق ہو گی۔ چنانچہ میں انہیں مشورہ دیتا ہوں، بہتر ہے کہ وہ "سرکوبی" نہ کریں،

کیونکہ پورے ملک کے عوام "کمیونسٹ پارٹی کی سرکوبی" نہیں بلکہ جاپان کے خلاف مزاحمت، اتحاد اور ترقی چاہتے ہیں۔ اس لئے جو کوئی بھی "کمیونسٹ پارٹی کی سرکوبی" کرنا چاہتا ہے وہ یقیناً ناکام ہوگا۔

مختصر یہ کہ کوئی کارروائی جو رجعت پسندانہ ہو، اس کا نتیجہ ہمیشہ ایسی کارروائی کرنے والوں کی خواہشات کے برعکس نکلتا ہے۔ دور جدید میں ہو یا دور قدیم میں، چین میں ہو یا کسی اور ملک میں کوئی بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

آج آئینی حکومت کے لئے بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر کٹر عناصر آئینی حکومت کی مخالفت کرتے رہیں تو نتائج یقیناً اُن کی خواہشات کے برعکس ہوں گے۔ آئینی حکومت کی یہ تحریک کٹر عناصر کی متعینہ ڈگر پر ہرگز رواں نہیں ہوگی بلکہ یقیناً اُن کی خواہشات کے برعکس رواں ہوگی اور ناگزیر طور پر عوام کی متعینہ ڈگر اختیار کریگی۔ یہ یقینی امر ہے، کیونکہ ملک بھر کے عوام کا مطالبہ یہی ہے اور یہی چین کے تاریخی ارتقاء اور دنیا کے مجموعی رجحان کا تقاضا بھی ہے۔ کون اس کی راہ میں مزاحم ہو سکتا ہے؟ تاریخ کا عظیم پہیہ پیچھے نہیں دھکیلا جا سکتا تاہم جس کام کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے اسے اچھی طرح پایۂ تکمیل تک پہنچانا وقت طلب ہے اور رات بھر میں اسے مکمل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے کوشش درکار ہے اور یہ بھونڈے طریقے سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے عوام کے انبوہ کثیر کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے اور صرف دو ہاتھوں سے موثر طور پر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ ہم آج یہاں اجلاس منعقد کر رہے ہیں۔ اجلاس کے بعد ہم مقالات لکھیں گے اور برقیے روانہ کریں گے، اور ہم کوہ اوتھائی، کوہ تھائی ہانگ، شمالی چین، وسطی چین اور پورے ملک میں بھی ایسے اجلاس منعقد کریں گے، اگر ہم اس طرح کرتے رہیں اور کئی برس تک جاری رکھیں تو یہ کام بس واجبی ہوگا۔ ہمیں لازماً اس کام کو بطریق احسن انجام دینا چاہئے۔ ہمیں لازماً جمہوریت اور آزادی حاصل کرنا چاہئے۔ ہمیں لازماً نئی جمہوری آئینی حکومت قائم کرنی چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا اور کٹر عناصر کو اپنی کارروائیاں جاری رکھنے کی اجازت دیدی گئی تو قوم برباد ہو جائیگی۔ قوم کو تباہی سے بچانے کے لئے ہمیں لازماً ایسا کرنا چاہئے۔ اس مقصد کی خاطر ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوشش کرے۔ اگر ہم یہ کوشش کریں تو نصب العین کے اصول کی بھرپور امید ہے۔ یہ بات بھی لازماً ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کٹر عناصر بہر حال اقلیت میں ہیں، جبکہ اکثریت کٹر عناصر پر نہیں بلکہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو پیش قدمی کے اہل ہیں۔ اقلیت کے مقابلے میں اکثریت کے ساتھ ہم اپنی کوششیں شامل کر دیں، تو امید مزید زیادہ ہو جائے گی۔ اسی لئے میں کہہ رہا ہوں کہ اگرچہ کام مشکل ہے لیکن امید بہت بڑی ہے۔

تشریحات

۱۔ بوڑھے رفیق اُو کامریڈ اوای چانگ میں جو اس وقت ینان میں مختلف حلقوں کی انجمن برائے فروغ آئینی حکومت کے چیئرمین تھے۔

۲۔ "وہ لوگ" سے مراد کومن تانگ رجعت پسند ٹولی ہے جس کا سربراہ چیانگ کائی شیک تھا۔

۳۔ ۱۹۲۳ء میں شمالی جنگی سردار چھاؤ کھون پارلیمنٹ کے پانچ سو نوے اراکین کو فی کس ۵ ہزار نقرئی ڈالر رشوت دے کر "جمہوریہ کا صدر" منتخب ہو گیا اس کے بعد اس نے ان رشوت خور پارلیمانی اراکین کا تیار کردہ آئین نافذ کیا جو اس وقت "چھاؤ کھون آئین یا "آئین رشوت" کے نام سے مشہور رہا۔

۴۔ یوان شی کھائی چھینگ خاندان کے عہد حکومت کے اواخر میں شمالی جنگی سرداروں کا سرغنہ تھا۔ ۱۹۱۱ء کے انقلاب میں چھینگ خاندان کا تختہ الٹ دینے کے بعد اس نے ری پبلک کی صدارت پر غاصبانہ قبضہ کر لیا اور شمالی جنگی سرداروں کی پہلی حکومت قائم کی جو بڑے زمیندار اور بڑے کمپراڈور طبقوں کی نمائندگی کرتی تھی۔ اس نے انقلاب دشمن مسلح قوتوں پر اور سامراجیوں کی حمایت پر بھروسہ کر کے اور بورژوا طبقے کی، جو ان دنوں انقلاب کی قیادت کر رہا تھا، مصالحت پسندانہ فطرت سے فائدہ اٹھا کر یہ کارروائی کی تھی۔ ۱۹۱۵ء میں وہ اپنے آپ کو شہنشاہ بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے جاپانی سامراجیوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے جاپان کے اکیس مطالبات منظور کر لئے جن کے ذریعے جاپان پورے چین پر بلا شرکت غیرے کنٹرول کرنا چاہتا تھا۔ اسی سال دسمبر میں اس کی تخت نشینی کے خلاف صوبہ یون نان میں بغاوت ہوئی جسے فوراً ملک بھر تائید و حمایت حاصل ہو گئی۔ یوان شی کھائی جون ۱۹۱۶ء میں پیکنگ میں فوت ہوا۔

۵۔ لی یوان ہونگ دراصل چھینگ خاندان کے عہد حکومت میں نئی فوج کی اکیسویں شدہ بریگیڈ کا کمانڈر تھا۔ ۱۹۱۱ء میں او چھانگ بغاوت کے دوران اس نے دباؤ کے تحت انقلاب کی حمایت کی اور صوبہ ہوپے میں انقلابی فوج کا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا۔ شمالی جنگی سردار ٹولی کے دور حکومت میں اسے جمہوریہ کا نائب صدر اور پھر صدر بنا دیا گیا۔

۶۔ ننگ کو چانگ، یوان شی کھائی کے ماتحتوں میں سے ایک تھا۔ یوان کے انتقال کے بعد وہ شمالی جنگی سردار ٹولی کے چن ہی (صوبہ ہوپے) گروپ کا سرغنہ بن گیا۔ ۱۹۱۷ء میں وہ لی یوان ہونگ کو ہٹا کر خود پیکنگ حکومت کا صدر بن گیا۔

۷۔ شو شی چھانگ شمالی جنگی سردار ٹولی کا خدمت گذار سیاستدان تھا۔ ۱۹۱۸ء میں توان چھی ژوئی کی زیر کنٹرول پارلیمنٹ نے اسے صدر منتخب کیا۔

۸۔ "عوامی سیاسی کونسل" محض ایک مشاورتی ادارہ تھا جو جاپان دشمن مزاحمت کے آغاز کے بعد کومن تانگ حکومت نے مجبوراً قائم کیا تھا۔ اس کے اراکین کومن تانگ حکومت کے "مدعوئین" تھے۔ اس میں برائے نام تمام جاپان دشمن پارٹیوں اور گروہوں کے نمائندے شامل تھے لیکن دراصل اس پر کومن تانگ کی اکثریت کا غلبہ تھا۔ اسے کومن تانگ حکومت کی اختیار کردہ پالیسیوں اور اقدامات پر اثر انداز ہونے کا کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔ جوں جوں چیانگ کائی شیک اور کومن تانگ زیادہ رجعت پسند ہوتے گئے، کونسل میں کومن تانگ رجعت پسندوں اور... کم ہوتی گئی اور ان کی آزادیٔ تقریر محدود ہوتی گئی، اس... یہ کونسل محض کومن تانگ رجعت پسندی کا آلۂ کار بنتی چلی گئی۔ ۱۹۴۱ء میں واقعہ... آنہوئی کے بعد کونسل کے کمیونسٹ اراکین نے کومن تانگ کے رجعت پسندانہ اقدامات کے خلاف کئی دفعہ احتجاجاً اس کے اجلاسوں کا بائیکاٹ کیا۔

۹۔ کمیونسٹ پارٹی اور دیگر پارٹیوں اور گروہوں کے جمہوریت پسندوں کی تجویز پر ۱۹۳۹ء میں عوامی سیاسی کونسل کے چوتھے اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ کومن تانگ حکومت آئینی حکومت کا قیام عمل میں لانے کے لئے مقررہ تاریخ پر طلب کرے۔ نومبر ۱۹۳۹ء میں کومن تانگ کی مرکزی مجلس عاملہ کے مکمل اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ قومی اسمبلی ۱۲/ نومبر ۱۹۴۰ء کو طلب کی جائیگی۔ ... کو دھوکہ دینے کے لئے کومن تانگ نے اس بات سے فائدہ اٹھا کر زبردست پر... کیا، لیکن بعد میں اس پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔

۱۰۔ یوان شی کھائی نے ۱۲/ دسمبر ۱۹۱۵ء کو اپنی شہنشاہیت کا اعلان کیا لیکن ۲۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو اس خطاب سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔

رجعت پسندوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ۔ جب کہ جمہوریت پ... کی تعداد مزید

روسی ترمیم پسند قیادت کے سیاسی تحکم اور بلیک میل کی بنیاد



(البانیہ کے روزنامہ "زیری یا پوپولٹ" کی ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۶۹ء کی اشاعت سے ترجمہ)

فوجی مہم جوئی اور نازی طرز کی مسلح جارحیت روسی ترمیم پسندوں کی آجکل کی خارجہ پالیسی کی اہم خصوصیات ہیں۔ چیکوسلواکیہ پر قبضہ اور چینی سرحدوں پر وحشیانہ اشتعال انگیزی ایسی ہی روشن مثالیں ہیں اور اسی مخصوص نوعیت کی۔ ان کے علاوہ بھی دوسری مثالیں ہیں۔ یہ فوجی دباؤ کے ذریعے "تحکم" اور بلیک میل کرنے کی اس بدنام زمانہ پالیسی کے عملی اطلاق کا اظہار ہیں جو کہ کریملین کی قیادت اپنے "اتحادیوں" اور دیگر ممالک کے ساتھ کرتی ہیں۔ یہ اس روسی امریکی مشترکہ سامراجی حکمت عملی کا ٹھوس اطلاق ہے جس کا مقصد حلقہ ہائے اثر کو آپس میں تقسیم کرنا اور دنیا کو ان دو بڑی طاقتوں کے زیر تسلط لانا ہے۔

حالیہ سالوں میں، اور خصوصاً چیکوسلواکیہ پر قبضہ سے پہلے اور بعد میں فوجی افسران روسی خارجہ پالیسی میں فیصلہ کن کردار ادا کر رہے ہیں اور وہ صرف فوجی انداز ہی میں اور فوجی طریقوں کے ذریعے ہی عمل کر سکتے ہیں۔ فوجی بلیک میل روسی ترمیم پسند لیڈروں کی سرگرمیوں کی جڑ میں پیوست ہے۔ ان کے ہر مسئلہ کی دلیل اور اس کا حل صرف جارحانہ فوجی کارروائیاں ہیں۔ طفیلی اتحادیوں کے ساتھ ان کے سیاسی، نظریاتی اور معاشی تعلقات کی بنیاد معاہدۂ وارسا ہے جو کہ ان کے بلیک میل کا خاص ہتھیار بن گیا ہے۔ "اگر تم بے چوں و چرا جھکنے سے انکار کرو گے تو میں یا تو تمہیں اندرونی سازشوں سے الٹ دوں گا یا معاہدۂ وارسا کی نقاب میں چھپا کر روسی فوجوں کو تمہارے خلاف استعمال کر کے تمہارے ملک پر قبضہ کر لوں گا۔" سوویت یونین میں حکمرانی کرنے والے فاشی فوجی گروہ کا صرف اتنا ہی سیاسی نظریہ ہے۔ تمام تابع ملک اس دھمکی سے خوفزدہ ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اسے پسند نہیں کرتا مگر اس کے باوجود روسی سربلنوں کے فولادی شکنجہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سوویت یونین کے غدار لیڈران نے "فوجی مہم جوئی" کا راستہ اپنی آزاد مرضی سے اختیار نہیں کیا ہے۔ انہوں نے تشدد کے انتہائی اقدامات اس وقت سے اختیار کئے ہیں جب کہ وہ پُرامن طریقوں سے مزید حکومت نہیں کر سکتے تھے، جبکہ ان کی دھوکہ بازی کے ذریعے چلائی جانے والی لیڈری اپنا بھرم کھو چکی تھی۔ وہ سنگین بحران جس نے کہ سارے کے سارے ترمیم پسند محاذ کو گھیر لیا ہے۔ اس کی صفوں کے اندر انتشار، ٹوٹ پھوٹ اور اخلاقی انحطاط پیدا کر دیا ہے۔ اس نے کریملن کے نئے زاروں کو اس دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ وہ یا تو اپنی اندرونی اور خارجہ پالیسی میں اپنی مکمل ناکامی تسلیم کر لیں جو کہ وہ تسلیم کرنے سے ہچکچاتے ہیں اور یا اپنے وجود کو مزید کچھ عرصہ تک قائم رکھنے کے لئے "فوجی طریقے" اختیار کریں۔

ناٹو NATO کے تحت مغربی یورپ میں امریکی اڈوں اور فوجوں کے قیام کی ایک نقل ہے۔ بیس سال سے زائد مدت تک مشرقی یورپی ممالک میں روسی فوجوں کا قیام ایک مخصوص مثال ہے جس سے انتہائی واضح طریقے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ روسی ترمیم پسند ٹولہ اس خطہ کے عوام پر اپنے احکام اپنی مسلح طاقت کے ذریعے ٹھونسنا چاہتا ہے۔

آج کے چیکوسلواکیہ کو ایک سوشلسٹ ملک کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ آزادی اور خودمختاری کے ساتھ نہیں رہ سکتا ہے اور جو "سوشلزم" کو بچانے اور ملک کو "سرمایہ داروں کے حملہ" سے محفوظ رکھنے کے لئے بظاہر روسی فوجوں کا محتاج ہے۔

پولینڈ، مشرقی جرمنی، ہنگری اور دوسری جگہوں پر حکومتوں کو کس قسم کی سوشلسٹ حکومتوں کا نام دیا جا سکتا ہے جنہیں اپنے پیروں پر کھڑا رہنے کے لئے بیرونی فوجوں کی ضرورت ہے؟ اس میں شک نہیں کہ سامراجی دھمکیوں سے نپٹنے کی ضرورت میں سوشلسٹ ممالک میں باہمی معاہدوں کا وجود شامل ہے۔ لیکن اس میں لازمی طور پر ایک بڑی طاقت کی فوجوں کے پڑاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ جیسے کہ سوویت یونین جو کہ دن رات اس بات کی بڑ ہانکتا رہتا ہے کہ اس کے پاس اپنے ملک اور اس کے پڑوسیوں پر بلکہ ہزاروں کلومیٹر دور دوسرے ملکوں پر اچانک حملہ کی صورت میں ایک طاقتور ترین اور تیز ترین مار کرنے والی قوت موجود ہے۔

سوویت یونین اور اس کے مطیع ممالک کے لیڈر تو مسلح مغربی جرمنی کی طرف سے خطرہ کے بارے میں بڑا اودھم مچاتے رہتے ہیں جہاں تک اس خطرے کے وجود کا تعلق ہے وہ بہرحال موجود ہے لیکن خفیہ طور پر روسی ترمیم پسندوں کے لیڈروں سے قریبی دوستانہ تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں، اور مغربی جرمنی کے ساتھ اچھے سفارتی اور اعلیٰ پیمانے کی باہمی تجارتی تعلقات بنائے ہوئے ہیں۔ اب تک کے عمل سے بھی اس کی تصدیق ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ ہی مغربی جرمنی کے وزیر خارجہ ولی برانڈٹ نے بھی اسی کی تصدیق کی ہے۔ وہ جلد ہی مغربی جرمنی کے لوگوں کو آزادی کے ساتھ مغربی برلن سے مشرقی برلن آنے اور جانے کے لئے مزید رعایتیں دینے والے ہیں اور مختلف شعبوں میں بھی بات چیت کر رہے ہیں۔ وہ کمیونسٹ چین پر مبینہ طور پر بون سے تعلقات رکھنے کے لئے طعنہ زنی کر کے ان باتوں کو رائے عامہ سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ھیں۔

اسی طرح اپنی چین دشمن مہم کو بھڑکانے کی ہوس میں ماسکو کا پروپیگنڈا اس قدر گھٹیا ہے کہ وہ شاندار عوامی چین کو "منگولیائی جرگوں کی قسم کی کوئی چیز" کہتا ہے۔ لیکن ایسے فاشی الزامات سے دنیا دھوکہ نہیں کھاتی۔ چین کا ایک بھی سپاہی چینی سرحدوں کے باہر نہیں رکھا گیا ہے جبکہ سوویت یونین کی فوجیں بہت سے بیرونی ملکوں میں مقیم ہیں۔ ماؤزے تنگ کی چینی عوامی فوج آزادی کا یہ جذبہ کس قدر معنی آفریں تھا کہ وہ کوریائی عوام کی امداد کو آئی اور جب کوریائی عوام نے امریکی جارحین اور کٹھ پتلی سنگمن ری پر فتح حاصل کر لی تو ایک بھی چینی سپاہی کوریا میں نہیں ٹھہرا۔

روسی ترمیم پسند دوسرے ملکوں میں اپنی فوجیں رکھنے کا جواز امریکی اور مغربی جرمنی

کا خطرہ بتاتے ہیں۔ مگر کیا امریکہ اور جاپان کی طرف سے کوریا کے لئے اسی قسم کا خطرہ موجود نہیں ہے۔؟

ٹینکوں کا سایہ جو کہ سوویت یونین نے دوسرے ملکوں میں پھیلایا ہوا ہے مسلح یونٹوں کی مسلسل نقل و حرکت یا بار بار فوجی جوڑ توڑ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بحر روم، بحر الکاہل اور بحر اوقیانوس میں روسی بحری بیڑے کی موجودگی اور نقل و حرکت کا بس ایک ہی مقصد ہے۔ دوسروں کو روسی آمریت اور حکمرانی کے تابع کرنا۔

معاہدۂ وارسا کے بڑے پیمانے پر جوڑ توڑ کو جو کہ کئی مطیع ممالک میں رونما ہو رہے ہیں، اس کے علاوہ اور کیا معنی دئے جا سکتے ہیں کہ ان کا مقصد ان ممالک کو ڈرانا اور یہ یاد دلانا ہے کہ انہیں روسی ترمیم پسندوں کی حکومت کے آگے سر جھکا دینا چاہئے۔؟ مارشل یعقوبوفسکی معاہدۂ وارسا کے ممبر ممالک کے دار الخلافوں کے جلدی جلدی دورے کرتا ہے۔ لیکن جہاں بھی یہ جاتا ہے، اس ترمیم پسند بھاڑی کرے کی موجودگی کسی برائی کا شگون ہوتی ہے۔ روسی ترمیم پسند مارشل یعقوبوفسکی کے ذریعے وہی کام لیتے ہیں جو کہ ڈلس اپنے وقت میں کیا کرتا تھا۔ مگر ڈلس کیونکہ امریکہ کا سکریٹری آف اسٹیٹ تھا اپنے فوجی جارحانہ منصوبوں کو سفارتی نقاب میں چھپائے رکھتا تھا جبکہ یعقوبوفسکی انہیں اپنے ہیٹ پر، اپنے کندھوں کے فیتوں پر اور اپنے سینے پر آویزاں تمغوں پر چپکا لیتا ہے۔ معاہدۂ وارسا کا یہ کمانڈر ایک فرسودہ ہوتا ہوا خانہ بدوش جنگباز بن گیا ہے، ایک مضحکہ خیز ہوا جو کہ روسی ترمیم پسندوں کے جوتے تلے سسکتے ہوئے ملکوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر انہیں مسلح افواج کی۔ انپر قبضہ کرنے کی دھمکی، ان کے خلاف فوجی سیاسی کارروائی کرنے کی، ان پر معاشی دباؤ ڈالنے کی دھمکی دیتا ہے اور کریملن کے حکمراں حلقوں کے لئے ان سے رعایتیں ہتھیاتا ہے۔

یعقوبوفسکی پولینڈ سے ہنگری، ہنگری سے بلغاریہ، بلغاریہ سے چیکوسلواکیہ، چیکوسلواکیہ سے رومانیہ جاتا ہے اور وہاں روسی قابض فوجوں کا معائنہ کرتا ہے اتحادی فوجوں کی صفوں میں روسی ایجنٹوں کا جال منظم کرتا ہے، ہر مطیع ملک میں سیاسی صورتحال کا جائزہ لیتا ہے اور پھر دباؤ کے اقدامات کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ "مشترکہ فوجی نقل و حرکت" کے انتظامات کرتا ہے مگر اس کی خفیہ کارروائیوں کا مقصد مسلح مداخلت کرنا یا ان کے انتظامات کرنا ہوتا ہے۔ گذشتہ سال جولائی میں چیکوسلواکیہ میں یعقوبوفسکی نے جس "نقل و حرکت" کا انتظام کیا تھا۔ وہ ۲۱ اگست کو ہونیوالے واقعہ کا پیش خیمہ تھا۔

روسی ترمیم پسند فوجی بلیک میل کی پالیسی کو صرف "وارسا" کی صفوں کے اندر ہی عملدرآمد نہیں کرتے ہیں اور یعقوبوفسکی واحد جوا نہیں ہے جو کہ یورپ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منڈلاتا رہتا ہو۔ ایک اور ہوا گریچکو بھی ہے جو کہ سوویت یونین کے وزیر دفاع کی حیثیت میں قاہرہ، بیروت، الجیریا، دمشق، عراق اور پاکستان کے سفر کرتا ہے۔ اور اب حال میں اپنی جیب میں ٹینک اور فوجی منصوبے لیکر ہندوستان گیا تھا۔ اسی کی تمام حرکات سے کریملن کے ترمیم پسندوں کے فوجی جارحانہ عزائم ظاہر ہوتے ہیں تاکہ ان ممالک کو اپنے منصوبوں کے مطابق ڈھالا جائے۔ ان ممالک کے شدید مسائل کو حل نہ کیا جائے سوائے اُن کے جو کہ روسی امریکی مفادات کی تکمیل میں ہوں اور عوامی جمہوریہ چین کے خلاف جارحیت کے لئے تیاری کی جائے۔

لیکن روسی ترمیم پسند اب کسی کو اپنی بلیک میلنگ اور دباؤ کی ھکڑ پالیسی سے اپنی سنگینوں سے خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ ان کے منصوبے ناکام ہو چکے ہیں۔ اور جب بھی وہ عوام کے عزم و ارادے کے مقابلے پر آئیں گے ان کے اعلیٰ مفادات، آزادی اور خود مختاری کے تحفظ اور ان کے اپنے ملکوں کے مالک ہونے کے حق کے تحفظ کی فیصلہ کن جد و جہد کے مقابلہ پر آئیں گے تو پھر ذلت کے ساتھ ناکام ہو جائیں گے۔

روسی ترمیم پسند جس توسیع پسندی، جنگ گردی، مہم پسندی اور اشتعال انگیزی کی پالیسی پر کاربند ہیں اور جس کی بنیاد صرف ہتھیاروں کی قوتوں پر رکھی ہوئی ہے اس کا بہترین منہ توڑ جواب بہت عرصہ پہلے البانیہ نے دیا تھا جبکہ وہ بہادری کے ساتھ نکیتا خروشچیف کے دباؤ، مداخلت اور دھمکیوں کے سامنے ڈٹا رہا تھا، جبکہ اُس نے معاہدۂ وارسا سے علیحدگی اختیار کی تھی جس کو کہ بریزنیف کوسیگن ٹولہ نے محض جارحیت کے لئے ایک ہتھیار میں بدل کر رکھ دیا تھا۔ اسکے علاوہ ابھی حال میں اسوری کے مقام پر روسی اشتعال انگیزی کے دوران عوامی جمہوریۂ چین نے ایک اور شدید ضرب لگائی ہے۔

روسی ترمیم پسندوں نے اس طرح کی اشتعال انگیزیوں سے اپنی امیدیں قائم کی ہوئی ہیں جیسی کہ اسوری کے مقام پر تاکہ سوشلسٹ چین کو خوفزدہ کریں اور اس کی کمیونزم کی جانب فتحمندانہ مارچ کو روک دیں، لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ بریزنیف ٹولہ اس مقولے کے مصداق کہ "گئے تھے اون لینے کے لئے مگر نکلے تو خود اپنے ہی بال کٹے ہوئے تھے۔" اپنے برملا جرائم میں روسی ترمیم پسند ۷۰ کروڑ چینی عوام کے طاقتور گھونسے کے مقابلہ پر آ کھڑے ہوئے جو کہ اپنی کمیونسٹ پارٹی اور اپنے عظیم قائد، ممتاز مارکسی لینینی ماؤزے تنگ کے گرد ایک فرد کی طرح متحد ہو کر اپنے سوشلسٹ ملک کا مکمل طریقہ سے دفاع کرنے اور عظیم عوامی چین پر حملہ کرنے کی جرأت کرنے والے دشمن کا جلد خاتمہ کر دینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

انہی چین دشمن اشتعال انگیزیوں کے ذریعہ ماسکو کے ترمیم پسندوں نے "مشرق کی طرف سے دھمکیوں" کا جھوٹا بہانہ بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ اپنے یورپی مطیع ممالک کو بھینچ کس سکیں، ان کی فوجی و سیاسی محکومی کو مستحکم بنا سکیں اور روزہ جوئی مہمیں تیار کرنے والے ہیں اُن کے لئے اُن کی حمایت کی ضمانت حاصل کر سکیں۔

مگر معاہدۂ وارسا کی وہ میٹنگ جس میں کہ کریملن کے سرداروں کی امیدیں بر آئی تھیں ناکامیوں میں فش ہو گئی۔ یہاں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ماسکو کے ترمیم پسند اتحادی کسی طرح بھی روسی لیڈروں کے چین دشمن منصوبوں میں شریک ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ اس سے روسیوں کا جوا جو کہ پہلے بھی ناقابل برداشت ہے اور بھی زیادہ ناقابل برداشت ہو جائے گا۔

روسی ترمیم پسندوں کی جارحیت کے ذریعہ اپنی حکمرانی میں توسیع کرنے کی عالمی حکمت عملی اب بالکل ظاہر ہے۔ اس کو حاصل کرنے کا پہلا مرحلہ معاہدۂ وارسا کی نقاب میں چھپے ہوئے نام نہاد روسی حلقۂ اثر میں شامل علاقوں پر مکمل فوجی اختیار حاصل کرنا ہے۔ روسی ترمیم پسندوں کو امید ہے کہ وہ یہ پہلا اہم جو یانہ قدم آسانی کے ساتھ اٹھائیں گے اور روسی امریکی اتحاد پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ امریکی حکومت کا رویہ جو کہ غیر متعلق ہونے سے زیادہ فیاضانہ ہے ایک ٹھوس مثال ہے۔ بڈاپسٹ کی میٹنگ میں معاہدۂ وارسا کی طرف سے یورپی سرمایہ دار ملکوں سے کی جانے والی "یورپی تحفظ کے لئے اپیل" بھی اسی طرف ایک قدم ہے۔ یورپ کے اعلیٰ نورتھ وازی اور اس سے بڑھکر امریکی سامراجیوں کو نیٹو اور معاہدۂ وارسا کے ممالک کے درمیان فوجی سرحدوں پر امن کی یقین دہانی کراتے ہوئے ماسکو کے ٹولے ان سے غیر جانبدار رہنے کو کہا ہے جبکہ وہ خود مشرق میں اپنے علاقے میں "نظم و ضبط" قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

"یورپی تحفظ" کو جس طرح ترمیم پسند دیکھتے ہیں اس کا مطلب موجودہ صورت حال برقرار رکھنا ہے یعنی روسی امریکی اتحاد کی ضمانت دینا تاکہ مختلف یورپی ممالک میں امریکی سامراجیوں اور روسی ترمیم پسندوں

کو اس وقت جو غالب حیثیت حاصل ہے اسے برقرار رکھا جائے۔

اکثر و بیشتر ترمیم پسندوں کے پروپیگنڈے میں اور اس سے کچھ کم سامراجیوں کے یہاں نیٹو اور معاہدۂ وارسا کو ختم کر دینے کے لئے بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے۔ اب تک ہر شخص اس بات کو سمجھ چکا ہے کہ بلاکوں کو ختم کر دینے کی "تجویزوں" "اپیلوں" اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے کیونکہ مختصراً انہیں اسی مقصد کے لئے کھڑا کیا گیا ہے کہ یورپ میں امریکی روسی سامراجی مخصوص مفادات کا تحفظ کیا جا سکے اور حالت موجودہ کو دوام بخشا جائے گا۔

روسی لیڈران ایک عرصہ سے رومانیہ کے گرد وحشی درندے کی طرح کھلم کھلا اور بدنام کن انداز میں پھر رہے ہیں۔ مختلف دباؤ اب کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ "رومانیہ پر چیکوسلواکیہ کی طرح قبضہ کر لیا جائے!" روسی ترمیم پسند غنڈوں کا یہی مقصد ہے۔ روسی ترمیم پسند سرغنوں کی فوجی مہم جویانہ پالیسی اب بہرحال رومانیہ کے عوام، رومانیہ کے محنت کش طبقہ کی پرعزم مدافعت کے مقابلہ پر آ گئی ہے۔ جو کہ اپنے ملک میں روسی ترمیم پسندوں کی مداخلت کی کوششوں کی بہادری کے ساتھ مخالفت کر رہے ہیں۔ روسی ترمیم پسند اب ایک گومگو کی حالت میں پھنس گئے ہیں اور چیکوسلواکیہ کا فرسودہ کھیل دوہرا سکنے سے بچکچا رہے ہیں جو کہ بم کی طرح انکے ہاتھوں میں ہی پھٹ گیا تھا اور ان کے لئے اس قدر مصیبتیں، ندامت اور ناکامیاں لایا تھا۔ روسی ترمیم پسند رومانیہ پر قبضہ تو کرنا چاہتے ہیں مگر اس طرح سے نہیں جیسی طرح کہ انہوں نے چیکوسلواکیہ پر کیا تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایسا رومانیہ کے عوام کی مرضی سے ہو اور معاہدۂ وارسا کے چوکھٹے کے اندر اندر ہو جائے۔ انہوں نے بلغاریہ پر فوج کے ذریعہ قبضہ کر لیا ہے۔ یہ ژیو ژوف ٹولے کی غداری کی وجہ سے مکمل بھی ہو چکا ہے۔ یہ قبضہ بہت کی سی خاموشی میں عمل میں آیا ہے۔ ایسا ہی وہ رومانیہ میں بھی کرنا چاہتے ہیں مگر یہ حاصل کرنے کے لئے انہیں رومانیہ کے لیڈروں کو جتنا ضروری ہے جو کہ ان کے راستے پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ انہیں ہر طرح کی چرب زبانی، سازشوں، دھمکیوں وغیرہ کے ذریعے اپنے قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے عوام کو روسی ترمیم پسندوں کے مختلف اوچھے ہتھکنڈوں کا اچھی طرح تجربہ ہے جو کہ وہ ان کے خلاف استعمال کر چکے ہیں جن میں مارکسسٹ دشمن اور پارٹی دشمن عناصر کو اکسا کر تخریبی کارروائیاں کرانا حتیٰ کہ البانیہ میں کچھ روسی خواتین کی موجودگی کو جاسوسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شامل ہے۔

ساتھ ہی ساتھ وہ معاہدۂ وارسا کی دستاویز کو بھی استعمال کر رہے ہیں۔ وہ رومانیہ کے علاقے پر فوجی کارروائی کرنے پر بضد ہیں اس کا سبب واضح ہے۔

وہ اس بہانہ کی تلاش میں ہیں کہ رومانیہ پر سے "قانونی" طور سے گزر سکیں اور وہاں غیر معینہ مدت تک قیام کر سکیں اور اس طرح "اتحادی ملکوں پر قبضہ مکمل کر سکیں اور "وارسا" کے اذیتی کیمپ کی حد بندی کر سکیں۔

بین الاقوامی تنازعات میں روسی ترمیم پسندوں کے "منصوبۂ رومانیہ" پر عملدرآمد کے لئے موافق نہیں ہیں خصوصاً ان کے چیکوسلواکیہ پر قبضہ کے بعد۔ اسی لئے فی الوقت انہوں نے اپنے اوپر ذمہ داری لے لی ہے کہ رومانیہ کو معاہدۂ وارسا میں اپنے تمام "حقوق" اور فرائض کے ساتھ اپنی رکنیت پھر سے بحال کر لینے پر آمادہ کرے اور اسی طرح ان تمام کارروائیوں میں حصہ لے جو کہ معاہدۂ وارسا کی "فوجیں" کسی بھی اتحادی ملک میں کریں اور اسی سے روسی غداروں کا دوسرا پسندیدہ فریضہ "یعنی رومانیہ کے علاقے پر فوجی کارروائی کا کام بھی ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ یعقوبوفسکی بار بار بخارسٹ آتا جاتا رہا ہے اور اس کے ساتھ میں کریملن کے بادشاہوں کا سیاسی لیفٹیننٹ کزنیتسوف بھی ہوا کرتا ہے۔ یہ وہ مہرے ہیں جن کے ذریعے شطرنج کے کھیل کھیلے جاتے ہیں۔

موجودہ صورتحال میں جبکہ روسی ترمیم پسندوں نے اپنی تلوار کو بے نیام کر لیا ہے اور ان ملکوں کو جو ان کی مرضی کے آگے جھکنے پر تیار نہیں ہیں مسلح مداخلت کی دھمکی دے رہے ہیں، رومانیہ کے عوام بہادری کے ساتھ اپنی آزادی اور قومی خود مختاری کی حفاظت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ ان کی انتہائی مقدس آزادی اور قومی خود مختاری اور سوشلسٹ انقلاب کے ذریعہ حاصل شدہ دوسری نعمتوں کو غصب کرنے اور اپنے پیروں تلے روندنے کی جرأت کرے۔

بخارسٹ میں اپنی ۲۸ فروری کی انتخابی تقریر میں این سیوزیسکو نے کہا تھا "جو کوئی بھی ہماری سوشلسٹ کامرانیوں کو ختم کرنے کی جرأت کریگا اسے دو کروڑ متحد و طاقتور عوام کی مدافعت کا مقابلہ کرنا ہوگا جو کہ اپنی زندگیوں، اور اپنی آزادی کے مقدس حق کی حفاظت کے لئے اپنی تمام تر طاقت اور تمام تر ہتھیاروں سے لڑنے کا بھرپور عزم کئے ہوئے ہیں۔"

رومانیہ کے عوام اپنے کو مسلح کرنے اور روسی ترمیم پسندوں کی طرف سے کسی بھی براہ راست یا ہیر پھیر سے کئے جانے والے حملہ سے نپٹنے کے لئے ہر وقت تیار رہنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔

رومانیہ کی پارٹی اور ریاستی قیادت سے بہت سے مسائل پر ہمارے نظریاتی اختلافات ہونے کے باوجود البانیہ کے عوام اور ان کی پارٹی آف لیبر رومانیہ کے برادر عوام اور رومانیہ کے محنت کش طبقہ کی روسی جنگ جو وطن پرستوں اور ان کے حواریوں کے جارحانہ عزائم کے خلاف، اور اس بلیک میل یا اشتعال انگیزی کے خلاف جائز مدافعت کی بھرپور حمایت کرتے ہیں جو کہ روس کے سرغنے رومانیہ کو محکوم بنانے کے لئے کھلم کھلا یا پوشیدہ طور پر اختیار کر سکتے ہیں۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے، ہم ہمیشہ رومانیہ کے عوام کی طرف، رومانیہ کے محنت کش طبقہ کی طرف ہوں گے۔

روسی حکمرانی کے خلاف، روس کی ترمیم پسند قیادت کے سیاسی، معاشی و فوجی دباؤ کے خلاف ترمیم پسند ملکوں میں بھی کسی نہ کسی شکل میں ایک مخصوص مدافعت کا عمل جاری ہے۔ وہ جو بھی اقدام کرتے ہیں ان میں انہیں مات ہو رہی ہے۔ چیکوسلواکیہ ایک بالکل واضح مثال ہے۔ مسلح مداخلت کے بعد سے سات ماہ ہو چکے ہیں مگر چیکوسلواکیہ کے عوام کبھی بھی مغلوب نہیں ہوئے ہیں اور نہ ترمیم پسند روسی لیڈروں کے آگے جھکے ہیں۔ حملہ آوروں کا بائیکاٹ اور ان سے مسلسل بے تعلقی جو کہ جارحیت کے خلاف غصہ کا ایک واضح اظہار اور جرأت مندانہ اعلان ہے وہ اب ان کے ملک پر حملہ کرنے والوں کے خلاف ایک طاقتور ہتھیار بن گیا ہے۔ بریژنیف کوسیگن ٹولے کے بھیجے ہوئے ٹینک چیکوسلواکیہ کے عوام کے آزادی سے محبت کرنے کے جذبہ کو نہ کچل سکتے ہیں اور نہ کبھی بھی کچلنے کے قابل ہوں گے۔ جتنے زیادہ عرصہ تک چیکوسلواکیہ میں غیر ملکی فوجیں رہیں گی، جتنی جلدی جلدی چیکوسلواکیہ کے داخلی معاملات میں ترمیم پسند جارحین کی مداخلتیں اور سازشیں ہوتی رہیں گی اور دباؤ بڑھتے رہیں گے، اتنا ہی زیادہ چیکوسلواکیہ کے عوام کا اتحاد مضبوط ہوتا جائیگا، اتنا ہی زیادہ ان کا اپنے غلام بنانے والوں کے سامنے نہ جھکنے، ان کے دباؤ، دھمکیوں اور بلیک میل سے مجبور نہ ہونے کا عزم پختہ ہوتا جائیگا۔ ملک پر ترمیم پسندوں کے قبضہ کے خلاف احتجاج کے لئے حالیہ مظاہرے جو کہ تمام چیکوسلواکیہ میں پھیل گئے تھے، یہ اس

بات کا ایک اور ثبوت ہے کہ چیکوسلواکیہ کے عوام نہ تو گریچکو۔ اور نیقوبوفسکی کے ٹینکوں سے مغلوب ہوئے ہیں اور نہ دبچیک سوزبووالوڈلہ کی غداری دگٹھ جوڑ سے۔

لیکن صرف چیک عوام ہی نہیں بلکہ ہنگری، پولینڈ اور جرمنی کے عوام بھی روسی ترمیم پسندوں کی نئی مہموں میں شریک ہونے سے ہچکچا رہے ہیں اب وہ ان طریقوں اور ذرائع کی تلاش میں ہیں جن کے ذریعہ نیقوبوفسکی کے فاشی فوجی جوئے کو اتارا جاسکے اور پھر ہر طرح کے داؤں پیچ اختیار کرکے ماسکو کے نفرت آمیز دباؤ اور تحکم سے بچا جاسکے۔ ان کے انداز تھے بہت سیدھے سادے سے ہیں۔ جتنی زیادہ کریملن کے لئے مشکلات پیدا کی جائیں گی اُن کے اپنے لئے اتنا ہی آسان ہوگا۔

رومانیہ کے بعد روسی ترمیم پسند قیادت کے توسیع پسندانہ حکمرانی کے مقاصد یوگوسلادیہ کے لئے بھی خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ روسی ترمیم پسند ٹولہ کے بیلگریڈ کے ترمیم پسند لیڈروں کے ساتھ اب بڑے نازک تضادات ہو گئے ہیں، اس میں کیا بنیاد ہے اور اُس کے پیچھے کیا مقصد ہیں اُس کا لحاظ کئے بغیر یہ ایک حقیقت ہے کہ یوگوسلادیہ کے ٹیٹو نوازوں نے مشرقی یوروپی ممالک میں روسی ترمیم پسندوں کی حکمرانی کی مخالفت کی ہے اور کر رہے ہیں۔ یہی ان کے اختلافات کی وجہ ہے۔

یوگوسلادیہ پر دباؤ اور دھمکیوں میں خاص طور پر چیکوسلواکیہ میں مسلح مداخلت سے پہلے اور بعد میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ سلسلہ روسی ترمیم پسندوں اور ان کے بلغاری طفیلیوں نے ٹیٹو کے اثر کو توڑنے کے لئے شروع کیا ہے جو کہ ان کے رومانیہ میں جلد از جلد اور آسان ترین طریقہ سے مقاصد حاصل کرنے میں ان کے لئے مشکلات پیدا کرتا ہے۔

لیکن بلالحاظ اس بات کے کہ آیا ماسکو اور بیلگریڈ کے حکمران یقیناً لڑ بیٹھیں گے یا سمجھوتہ کرکے پھر سے ایک دوسرے کو گلے لگالیں گے، ایک بات بالکل یقینی ہے کہ کریملن کے سرغنے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ یوگوسلادیہ کی سرحدوں پر ان کے کسی بھی حملہ کو یوگوسلادیہ کے عوام کی شدید اور بہادرانہ مدافعت کا مقابلہ کرنا پڑیگا جنھوں نے اپنی ساری تاریخ میں بیرونی حملہ آوروں کے خلاف آزادی اور خودمختاری کے لئے جنگ کی ہے۔ روسی ترمیم پسندوں کی طرف سے یوگوسلادیہ کے خلاف حملہ ان کے اپنے لئے ہر نقطۂ نظر سے تباہی کا باعث ہوگا۔

ہمیں اور موجودہ یوگوسلادی قیادت کو سیاسی و نظریاتی طور پر علیحدہ کرنے والی حدبندی اب ہر ایک کے علم میں ہے۔ لیکن البانیہ کے عوام اپنے رہنما اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی آزادی سے محبت کرنے والی، ترقی پسند اور سامراج دشمن دیرینہ روایات سے وفادار رہتے ہوئے، یوگوسلادیہ کے عوام کی جارحیت کے خلاف مدافعت کی بلاجھجک حمایت کریں گے جیسی کہ وہ ماضی میں کرچکے ہیں۔

اب یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جیسا کہ ہٹلر نے کیا تھا، سودیت یونین کا ترمیم پسند ٹولہ ایک مہم کے بعد دوسری مہم کر رہا ہے تاکہ چین کے ساتھ ایک زبردست معرکہ پر آجائیں جو کہ ان کا قطعی مقصد ہے۔ موجودہ مرحلہ پر جیسا کہ ادیر بتایا جاچکا ہے روسی ترمیم پسند اپنے اتحادیوں پر فوجی غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اندرونی محاذ کی ضمانت ہوجائے۔ لیکن اگر اب تک ان کے لئے یہ راستہ آسان تھا تو ایک مزید مہم جو قدم یعنی یوگوسلادیہ اور البانیہ پر حملہ روسی ترمیم پسندوں کو نہ صرف بہت مہنگا پڑیگا بلکہ یقیناً ایک عظیم عالمی جنگ کا پیش خیمہ ہوگا۔ کیونکہ یوگوسلادیہ اور البانیہ ایسا حلوہ نہیں ہیں جسے گریچکو اور نیقوبوفسکی آسانی سے کھاسکیں۔ یہ اُن کے لئے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے۔

یہ دوسرا مرحلہ صرف ان کی فوجی شکست پر منتج نہیں ہوگا بلکہ اس تمام محاذ پر تباہ کن سیاسی نتائج پیدا کریگا جہاں روسی ترمیم پسند اپنے کو ایک سامراج دشمن طاقت؛ ایک آزادی کی قوت کی نقاب میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

سوشلسٹ البانیہ اور البانیہ کے عوام اپنی پارٹی آف لیبر کی رہنمائی میں ناقابلِ تسخیر ہیں اور جو بھی اُن پر حملہ کرنے کی جرأت کریگا اُسے پاش پاش کردیں گے۔ کامریڈ انور ہوجا نے کہا ہے "ابھی تک، نہ تو کل اور نہ آج ایسا کوئی ماں کا لال پیدا نہیں ہوا ہے جو البانوی عوام کو جھکا سکے۔ البانیہ کی سرحدوں اور البانیہ کے علاقے کی حفاظت ایسے عوام اور ایسی پارٹی کر رہی ہے جو ان لوگوں کے منہ کے اندر گولیوں کی بارش کردیں گے۔ جو ان پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کریں گے۔"

روسی ترمیم پسند اور ان کے حواری اچھی طرح جانتے ہیں کہ البانیہ تنہا نہیں ہے۔ ان کے ذہن میں کسی قسم کی بھی کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہئے خصوصاً البانوی عوام کے چینی عوام کے ساتھ پائیدار دوستانہ رشتوں اور ناقابلِ شکست اتحاد کے بارے میں۔ البانیہ پر حملہ کا حساب عظیم عوامی چین چکائے گا۔ چیئرمین ماؤزے تنگ نے اعلان کیا ہے۔

"اگر امریکی سامراجی، جدید روسی ترمیم پسند اور ان کے حواری البانیہ کو ذرا سا بھی چھونے کی جرأت کریں گے تو انہیں مکمل شرمناک اور ناگزیر شکست کے علاوہ کچھ اور نہیں ملے گا۔"

روسی ترمیم پسند ٹولہ جو مہمیں کر رہا ہے وہ امریکی سامراج سے مزید قریبی رابطہ قائم کرنے اور امریکی روسی اتحاد کو مستحکم کرنے کے لئے ہے جس کا بنیادی مقصد چین کو گھیرے میں لینا اور اسے ختم کرنا ہے۔ لیکن چین کے خلاف بڑی مہم، اگر انہوں نے شروع کرنے کی جرأت کی تو ایک ساتھ ہی سامراج اور ترمیم پسندی کا سرے سے خاتمہ ہی ہوگا۔

روسی ترمیم پسند بے شمار جارحانہ منصوبے بن رہے ہیں۔ لیکن اُن کا راستہ ناقابلِ حل دشواریوں نے روکا ہوا ہے جو کہ انہیں ایک شکست کے بعد دوسری شکست سے دوچار کرتی رہیں گی تاوقتیکہ وہ بالکل ہی تباہ نہ ہوجائیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ خود روسی عوام کبھی یہ بات برداشت نہیں کریں گے کہ انہیں وہ کردار دیدیا جائے جو کہ ہٹلر کے دوسرے عوام حتیٰ کہ خود روسی عوام پر حملوں میں نازی جرمن جرگوں نے ادا کیا تھا۔ عظیم روسی عوام، روسی محنت کش طبقہ اور روس کے تمام محنت کرنیوالے عوام جو عظیم انقلابی روایات رکھتے ہیں وہ غدار بریزنیف۔ کوسیگن ترمیم پسند ٹولے کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ انہیں دوسرے عوام کی آزادی کا غاصب اور حملہ آور بنادے۔ وہ کسی طرح بھی یہ برداشت نہیں کریں گے کہ اکتوبر انقلاب کی جنم بھومی، لینن اور اسٹالن کی اور سوویتوں کی جنم بھومی کو زاروں کا روس میں بدل دیا جائے۔ اور عالمی رجعت پرستوں کے اڈے میں تبدیل کردیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ روسی عوام کے ذہنوں میں مارکسزم لینینزم کے جو شاندار خیالات زندہ ہیں انہیں کبھی بھی ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ خواہ ترمیم پسندی کا کتنا ہی شدید جبر ہو اور خواہ کریملن پر حکمرانی کرنے والے غاصبوں کے ٹولے کا کتنا ہی شیطانی پروپیگنڈہ ہو۔ روس کے عوام کو ایک عظیم تاریخی ذمہ داری کا اور شاید ان کے لئے اب تک کی عظیم ترین ذمہ داری کا سامنا ہے۔ ان کے لئے دو ہی راستے

ہیں۔ یا تو غدار روسی ترمیم پسندوں ٹولے کے جارحانہ عزائم کے مقابلہ پر آزادی پسند عوام کا ساتھ دیں یا عوام کی آزادی و خود مختاری کے خلاف، انقلاب اور سوشلزم کے خلاف غدار روسی ترمیم پسند ٹولے کا ساتھ دیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ وہ عزت کی راہ کا انتخاب کریں گے اور پھر سے انقلاب کا پرچم بلند کر کے اسی ترمیم پسند عذاب سے نجات حاصل کر لیں گے جس نے کہ انہیں اپنے نرغہ میں لیا ہوا ہے۔

کریملن کے سرغنے اپنی توسیع پسندانہ پالیسی اور جارحانہ منصوبوں کی بنیاد ٹینکوں کی قوت پر رکھتے ہیں۔ لیکن آج کی روسی فوج جو کہ اخلاقی طور پر انحطاط پذیر فوجی ٹولوں کی زیر قیادت ہے، اور جس کی رہنمائی ایسے غدار نظریے کی جا رہی ہے جس کی بنیاد انتقام اور سنگینوں کی پالیسی پر ہے، اس میں وہ گھٹا دیا، وہ جنگی جنون جذبہ اور وہ قوت نہ تو ہے اور نہ ہو سکتی ہے جو کہ اس کے پاس ہٹلر کے خلاف تھا جبکہ اس کی قیادت اسٹالن کے پاس تھی۔ اسی وقت روسی فوج کے پاس یہ صفات موجود تھیں یہاں تک کہ فوج اور اس کی جنگیں آزادی کی طرز کی تھیں۔ اب اس کے پاس یہ صفات نہیں رہی ہیں کیونکہ اب اس کی رہنمائی مارکسزم لینن ازم اور پرولتاری بین الاقوامیت کے اصولوں سے نہیں ہو رہی ہے۔ لینن جنہوں نے اکتوبر انقلاب کی رہنمائی کی تھی۔ اور اسٹالن جنہوں نے سوویت یونین کی عظیم حب وطن کی جنگ کی رہنمائی کی تھی دونوں دنیا بھر کے محنت کش طبقہ اور عوام کی جدوجہد آزادی کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور اس پر بڑا اعتماد کرتے تھے جنہوں نے روسی پرولتاریہ کی انقلاب کی فتح میں اور نازی جرمنی کی تباہی میں بیش قیمت امداد کی ہے۔ آج کا روسی فوجی ٹولہ اپنے رجعت پرست موقف میں اس حد تک گر چکا ہے کہ آزادی جمہوریت اور سوشلزم کا دفاع کرنے والی اس عظیم جی بدقوت کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔

لینن، اسٹالن اور بالشویک پارٹی نے عالمی پرولتاریہ اور عوام کی امداد اور ان کے حصہ کو حقیقی اور اصلی کہہ کر جو اپنا درست اندازہ پیش کیا تھا وہ اب ترمیم پسندوں کے ہونٹوں پر محض ایک خالی خولی نعرہ بن کر رہ گیا ہے۔ کریملن کے غدار سرغنے سمجھتے ہیں کہ ان کی طرف سے حملہ ہونے کی صورت میں محنت کش طبقہ اور عوام کی قومی، مضبوط اور ناقابل تسخیر قوت نئے فاشسٹوں کی وحشیانہ طاقت سے نپٹنے کے قابل نہیں ہوگی۔ یہاں اس سے اخلاقی طور پر انحطاط پذیر جنرلوں اور مارشلوں کے ٹولے کے بڑائی مارنے کے خبط کا اظہار ہوتا ہے۔ جو کہ روسی فوج کے اصلی تاریخی ماضی کو صرف ڈینگ مارنے اور سیاسی مقصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

درحقیقت انہوں نے روسی فوج کو ایک افسوسناک حالت پر لا کر ڈال دیا ہے اور اسے اسی دردناک انجام کی طرف لے جا رہے ہیں جس پر چل کر بوڑھا فوجی سرداروں دیگانڈ، پیٹائن، اور دوسروں نے چل کر فرانسیسی فوج کو ڈال دیا تھا جو کہ پہلی جنگ عظیم میں کامیاب ہو کر ابھری تھی۔

ہٹلر اور مسولینی بھی اسی طرح اپنی فوجی بہادری کی ڈینگیں مارا کرتے تھے اور عوام کی مدافعت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور اسے کم کرتے تھے۔ بڑائی مارنے کے اس خبط اور غلط اندازوں پر بھروسہ کر کے وہ سمجھتے تھے کہ عوام کو گولیوں کے ذریعے مغلوب کر لیں گے مگر اس کے بالکل برعکس ہوا۔ اور ہم روسی ترمیم پسندوں کو یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ یہ صرف روس اکیلا ہی نہیں تھا جسے ہٹلری گولیوں اور بمباری کے تجربے گذرنا پڑا تھا۔ البانیہ، یوگوسلاویہ اور دوسرے عوام کو بھی اس کا کچھ کم تجربہ نہیں ہے۔ حالانکہ ہم ایک چھوٹے ملک کے عوام تھے۔ پھر بھی ہٹلر کے جوارحی بمباریوں اور شدید حملوں کے باوجود ہمیں شکست نہ دے سکے۔ ہم ان کے اوپر فتحیاب ہوئے۔ یہ درست ہے کہ ہمیں سوویت یونین اور دوسرے عوام کی عظیم فوجی امداد حاصل تھی لیکن اگر ہم، روسی ترمیم پسندوں نے بھی ہمارے خلاف رہی

تمہیں اختیار کبھی جیسا کہ ہٹلر نے کی تھیں تو ہم تنہا نہیں ہوں گے۔ اور تمہاری پھر ٹھکائی کریں گے۔ تم بھی اسی طرح تنہا ہو جاؤ گے جیسے ہٹلر۔

روسی ترمیم پسند دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں اور ہم البانیوں پر الزام لگا رہے ہیں کہ ہم مبینہ طور پر روسی فوج کے اس عظیم کارنامے کو بھول گئے ہیں جو کہ اس نے یورپ بشمول البانیہ کی آزادی میں انجام دیا ہے۔ ہم ان معززین کے سامنے ایک بار پھر اور سویں بار دہرا رہے ہیں کہ یورپ اور البانیہ کو نازی طاعون سے آزاد کرانے میں روسی فوج اور اسٹالن نے جو کردار ادا کیا ہے اور اس میں جو کام انجام دیا ہے اس کو البانوی عوام نہ تو بھولے ہیں اور نہ بھولیں گے۔ لیکن موجودہ روسی فوج اکتوبر انقلاب اور روس کی عظیم حب وطن کی جنگ کی سرخ فوج نہیں رہی ہے، اور موجودہ روسی ترمیم پسند پارٹی بالشویکوں، لینن اور اسٹالن کی پارٹی نہیں رہی ہے۔ تم نے انقلاب روسی کی شاندار روایات سے غداری کی ہے جبکہ ہم نے حقیقی مارکسی لیننی اور بین الاقوامیت کے حامیوں کی حیثیت سے انہیں سربلند رکھا ہے اور آخر تک بلا پس و پیش انہیں سربلند رکھیں گے۔

روس کے ترمیم پسند رہنما بھی بلیک میل اور دباؤ کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں وہ سامراج کے لئے فائدہ مند ہے اور اسے عوام کی آزادی اور خود مختاری کے خلاف اور سرمایہ دار ملکوں میں محنت کش عوام کی انقلابی جدوجہد کے خلاف اپنی جارحانہ کارروائی کو مزید شدید کرنے میں تقویت پہنچے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ترمیم پسندوں کی غداری سے پیدا ہونے والی صورتحال میں امریکی سامراج ہر طرح کے طریقے اختیار کر کے، فوجوں کے ذریعے، ڈالروں کے ذریعہ، انقلاب دشمنی کے ذریعے سازشوں اور بلیک میل کے ذریعے ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں اپنا معاشی، سیاسی اور نظریاتی غلبہ پھیلانے اور یہاں کے عوام کو غلام بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ترمیم پسند چاہتے ہیں کہ عوام ہٹ جائیں اور سامراجیوں کے آگے جھک جائیں اور ان کی غلامی کا جوا بلا کسی مدافعت کے قبول کر لیں۔

لیکن اس گھناؤنے پروپیگنڈے سے کوئی بیوقوف نہیں بنا ہے۔ امریکی سامراج دنیا بھر کے عوام کا مشترکہ بے رحم اور خطرناک دشمن ہے اور یہی جارحیت اور جنگوں کا خاص بھڑکانے والا ہے۔ اسی لئے دنیا بھر کے آزادی پسند عوام اور انقلابی گمراہ نہیں ہوئے ہیں اور اپنے ذہنوں سے سامراج کے خلاف جنگ کے خیال کو علیحدہ نہیں کرتے ہیں۔ وہ اپنی آخری فتح پر یقین رکھتے ہوئے تمام سامراج دشمن محاذ کی صفوں کو متحد اور مربوط کرتے رہتے ہیں اور امریکہ اور بین الاقوامی رجعت پرستی کے جارحانہ منصوبوں اور سرگرمیوں کے خلاف ایک پرعزم جنگ شروع کرتے ہیں۔

روسی ترمیم پسند قیادت اب ناقابل حل تضادات کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی ہے جس نازک صورتحال میں وہ اس وقت ہیں وہ انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ مہمیں شروع کریں اور فوجی دباؤ کا کھلم کھلا استعمال کریں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی مہموں کی پالیسی کی وجہ سے ہر جگہ عوام کی پرعزم مدافعت اور جدوجہد شروع ہوئی ہے جس سے صورتحال ان کے لئے اور بھی زیادہ سنگین ہوتی جاتی ہے۔ اب انہوں نے فاشسٹی جارحیت کی شرمناک راہ اختیار کر لی ہے جو انہیں تباہی کے علاوہ کہیں اور نہیں لے جائیگی۔ عوام اب زیادہ عرصہ تک حملہ آوروں اور روسیوں کے ہاتھوں بکے ہوئے مقامی ٹولے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مدافعت اور مخالفت کے لئے تحریک شروع ہوئے عرصہ ہو چکا ہے یہ بڑھتی ہی جائے گی۔ پھیلتی جائیگی اور پھر غضبناک طریقہ سے پھوٹ پڑیگی۔ جن عوام کو وہ ہتھیاروں کی طاقت سے ڈرا رہے ہیں وہ خوفزدہ نہیں ہوئے ہیں اور آخر تک اپنی آزادی اور خود مختاری کی حفاظت کریں گے، اور چھوٹے یا بڑے، جدید ہتھیاروں سے لیس یا بغیر ہتھیاروں کے ہر حملہ آور پر کاری ضرب لگانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

رحمٰن مغنی

آفریں اے ویت نام

حرّیت کا راگ بمباروں کی دُھن
گولیوں کی تال اور توپوں کی سم پر وجد خیز
خون کی دھاروں پہ رقصاں
گرمیٔ جانِ وطن جہدِ نمو
کتنے روشن تر حسین و دلفریب
زندگانی کے منار
مرحبا یہ اوج یہ تیرا مقام
آفریں اے ویت نام

گائے جا ہاں گائے جا دیپک یہی
فتح کے پرچم تلے
اونچے سروں میں گائے جا
ٹوٹنے کو ہے بھرم اب قصرِ استبداد کا
اور کچھ دن کی ہے بات
ہے رہینِ زخمۂ جرأت مگر
بربطِ انسانیت پر ضربِ مضرابِ جنوں
سامنے ہے دشمنِ آوازِ حق
بخشدے تاریکیاں اس جابر و مغرور کو
اور مٹا دے سینۂ گیتی کے اس ناسور کو
لے یونہی قائم رہے ٹوٹے نہیں
اور یہی لے ہو یہی سُر تال ہوں جھنکار ہو
گھن گرج کے ساتھ ایک اک تھاپ پر
رقص جاری ہی رہے
یہ زندگی کا رقص ہے

رقص صحراؤں میں دریاؤں میں کہساروں میں رقص
رقص آبادی کے ہر کوچے میں بازاروں میں رقص
پاؤں اس انداز سے اٹھیں کہ جھومے کائنات
اور گونجے شش جہات
لرزہ براندام ہیں سارے کرائے کے غلام

ان کہی کہنے لگے گی خود ہی اب اولادِ سام
شیل - میزائیل - راکٹ - ٹینک - طیارہ شکن
ہینڈ گرینڈ - رائفل - اسٹین گن - پسٹل - ٹرنگ
یہ نہیں تو بیلچہ - ٹیکم - درانتی - پیش قبض
ہاتھ کی لکڑی - چھری - چاقو - کٹاری - زنبلیہ
اور اگر یہ بھی نہیں ممکن تو پتھر ہی سہی
یعنی جب تک دم میں دم ہے
یونہی پامردی کے ساتھ
حوصلوں کی چھاؤں میں
ساز سب چھوٹے بڑے بجتے رہیں بجتے رہیں
جب تک نہ ہو یہ شب تمام
آفریں اے ویت نام
آڑ سمجھوتے کی لیکر قتل و غارت جس کا فعل
جھوٹ - دھوکا - جعل سازی - ہر قدم اظہارِ جہل
ایسے ناہنجار کو
ایسے بدکردار کو
نیست و نابود کرنا ہی تو ہے انسانیت
روشنی درکار ہے انساں کو تاریکی نہیں

روشنی پھیلائے جا ہاں گائے جا ہاں گائے جا
آندھیاں ہوں ژالہ باری ہو کوئی بھونچال ہو
آگ کا طوفان ہو یا باد و باراں کچھ بھی ہو
بے دھڑک آگے بڑھے جا
اور اسی دم خم کے ساتھ
رقص جاری ہی رہے
یہ زندگی کا رقص ہے
اور یہی دیپک یہی تانیں یہی سنگت رہے
ساز سب چھوٹے بڑے بجتے رہیں بجتے رہیں
ہر تال پر ہر تھاپ پر
بہتا رہے دشمن کا خوں

اور غرورِ سامراج
آپ اپنی آگ میں جلتا رہے پھنکتا رہے
حتیٰ کہ ہو جینا حرام
آفریں اے ویت نام
دیکھ کیا کہتی ہے دنیا آج انکل سام کو
اس کا ہر وعدہ ہر اک اعلان ہے روباہیت
اس کی باتوں پر یقیں کرنا حماقت ہی تو ہے
خود تو میں کچھ بھی نہیں کہتا ذرا تاریخ دیکھ
آہ کتنے مارٹن لوتھر - لوممبا - وان ترائے
اور ان جیسے ہزاروں نامور معمارِ زیست
اس کے منشا سے اسی کے پالتو کتوں کے ہاتھوں
جرمِ حق گوئی میں گولی کا نشانہ بن گئے
چھین کر لاکھوں گھروں کی روشنی مسرور رہے
یہ درندہ کس قدر انسانیت سے دور ہے
زخم خوردہ ہے یہ موذی اس کو ہر جانب سے گھیر
اب نہ دے مہلت کہ یہ افعی پلٹ جائے کہیں
موت کی زد پر کھڑا ہے دشمنِ امن و سکوں
اب یقیناً جھکنے والی ہے جبینِ پرغرور
منہ کے بل گرنے کو ہے عفریتِ زر
رنگِ محفل دیدنی ہے اور سحر نزدیک ہے
ہاں اسی جرأت کے ساتھ
اور آگے چند گام
آفریں اے ویت نام
گائے جا ہاں گائے جا ہاں - گائے جا
ہوچی منہ بابا کے ہر ارشاد کو اپنائے جا
روشنی ملتی رہے گی تجھکو جنرل گیاپ سے
تیری آزادی کے ضامن درحقیقت ہیں یہی
ان کے ہی نقشِ قدم پر چل جو چاہے زندگی
آج دنیا میں ہیں جتنے باضمیر و باشعور
سب کی آنکھیں سب کے دل سب کے دماغ
تیری ہر آواز پر تیرے ہر اک انداز پر
مرکوز ہیں - اور تیرے ساتھ بھی
آج سب کرتے ہیں تیرا احترام
آفریں اے ویت نام

سلیم قیصر

ایک گیت

گلی گلی اندھیارا جگ میں گلی گلی اندھیارا

راجہ اپنے راج محل میں سوئے پاؤں پسارے
پھرتے ہیں اب چور اُچکے گھر گھر دوارے دوارے
جنتا ساری بھوک سے تڑپے چوروں کا پوبارا
گلی گلی اندھیارا جگ میں گلی اندھیارا
چنڈالوں نے سوانگ رچا کر سب من مانی کر لی
دیش کی ساری دولت پونجی اپنے گھروں میں بھر لی
جنتا نے جب روٹی مانگی دور ہی سے دھتکارا
گلی گلی اندھیارا جگ میں گلی اندھیا را
سارے جگ میں پھیل رہی ہیں ان ناگوں کی نسلیں
جو بھی ان کو دودھ پلائے اسی کو الٹا ڈس لیں
ان کے منہ میں زہر بھرا ہے آنکھیں لال انگارا
گلی گلی اندھیارا جگ میں گلی گلی اندھیارا

پیاسی اور اُس کے آقا درّانی نے

سینکڑوں خواتین کو باعزت روزگار سے محروم کر دیا

انجمن مفادِ نسواں کی بنیاد ان اولوالعزم خواتین نے رکھی تھی جو صرف ڈرگ کالونی میں رہتی ہی نہیں تھیں بلکہ محنت کشوں کے مسائل کی پیچیدگی اور ان کی تلخی کے گھونٹ خود بھی پی چکی ہیں، اس استحصالی معاشرے میں عورت دوہرے جبر کا شکار ہے' اس کی جہالت اور توہم پرستی نے اس کے لئے اور بھی مسائل پیدا کر دیئے ہیں، ان کے لئے باعزت روزگار کی فراہمی انتہائی مشکل، ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے حالات انتہائی ناسازگار ـــــ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ حقوقِ نسواں کے نام پر چلنے والے کاروبار نے خواتین کو منظم اور متحد ہونے میں اور بھی دشواریاں پیدا کر دیں۔ ان انتہائی مشکل حالات میں انجمن مفادِ نسواں کی داغ بیل ۲۵ دسمبر ۵۷ء میں ڈالی گئی۔

اس انجمن کی تشکیل کا سب سے پہلا منصوبہ انڈسٹریل ہوم کا قیام تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ غریب اور پریشان حال خواتین کو باعزت روزی کمانے کا طریقہ اور ذریعہ حاصل ہو جائے۔ انڈسٹریل ہوم کے قیام کے لئے کارکنوں نے گھر گھر جا کر چندہ جمع کیا، ایک کارکن نے اپنا کوارٹر دیا اور کچھ مشینیں عاریتاً حاصل کی گئیں اور اسی بے سروسامانی میں کام کا آغاز کر دیا گیا۔ اور "انجمن مفادِ نسواں انڈسٹریل ہوم" قائم کر دیا گیا ـــــ کارکنوں کی لگن انتھک جدوجہد اور دلچسپی کی وجہ سے ایک کوارٹر کی جگہ کم پڑی تو ایئر ویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کی ـــــ اس طرح انڈسٹریل ہوم مقابلتاً ایک بڑی جگہ پر منتقل ہو گیا ـــــ انجمن اپنے قیام کے فوراً بعد پی، آئی، اے سے آرڈر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی جس کی وجہ سے سینکڑوں خواتین کو باعزت روزگار کا ایک ذریعہ ہاتھ آ گیا ـــــ یہ انجمن مفادِ نسواں کا پہلا منصوبہ تھا جس پر عمل درآمد کر کے ڈرگ کالونی کی خواتین اور اس انجمن کی کارکنوں کے حوصلے اور بھی بلند ہو گئے ـــــ ان کی شب و روز محنت ایثار اور قربانیوں کی وجہ سے یہ ادارہ عوامی خدمت میں قدم بہ قدم آگے ہی بڑھتا رہا۔ یہ فخر انجمن مفادِ نسواں کو حاصل ہے کہ ڈرگ کالونی میں ۵۷ء میں اسی نے سب سے پہلا اسکول کھولا اور اس طرح اس علاقہ میں بچوں کی سستی تعلیم اور بہتر تربیت کا بندوبست کیا۔

ابتدا میں یہ اسکول بھی ایک کوارٹر میں ہی کھولا گیا تھا۔ اسکول کا آغاز بھی بے سروسامانی میں کیا گیا تھا لیکن عزم و ہمت اور عوامی خدمت کے جذبے کے سامنے کسی مشکل کی کیا حقیقت ـــــ ایک طرف ان کی شب و روز کی محنت تھی تو دوسری طرف اس ادارے میں بڑھتی ہوئی خواتین کا جوش و جذبہ تھا، انہوں نے بھی قربانیوں اور ایثار کی وہی راہ اپنائی جو انجمن کی بنیاد رکھنے والیوں نے ورثہ میں دی تھی، اس کے ساتھ ہی مخیر اداروں نے بھی سرپرستی کا ہاتھ بڑھایا تو صورتحال یہ تھی کہ ۱۴ر جولائی ۱۹۶۵ء کو انڈسٹریل ہوم انجمن کی اپنی عمارت "دارالنسواں" میں منتقل ہو گیا اور ۶۹ء میں اسکول کی دو منزلہ عمارت بھی تیار ہو گئی۔

ان دونوں اداروں نے انتہائی معمولی فیسوں پر بے شمار خواتین کو کٹائی اور سلائی سکھائی انہیں روزگار فراہم کیا اور اسی طرح انجمن مفادِ نسواں نے ایسے تعلیمی ادارے کھولے جو جیز ابتوڑنے کا کا معیار بہتر کرنے تھے اور جن کی فیس سب سے کم تھی، انجمن مفادِ نسواں کے تحت لانڈھی اور ایئرپورٹ پر بھی انڈسٹریل ہوم قائم کئے گئے۔ اور نئی کراچی میں پرائمری اسکول کھولا گیا۔

اور اب انجمن مفادِ نسواں کے تحت کالج بھی کھولا جا چکا ہے ـــــ انجمن مفادِ نسواں کی باشعور خواتین اسی عوامی خدمت کے ساتھ خواتین میں سماجی شعور بیدار کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہیں اور شاید یہی وجہ تھی کہ رجعت پرست حلقے اس سے خوفزدہ رہے، اس کے خلاف قابلِ نفرت پروپیگنڈہ کرتے رہے اس ادارے کو بدنام کرنے کے لئے نت نئی کہانیاں گھڑتے رہے اور حد یہ ہے کہ جماعت مودودی کے پرچہ گندگی نے بے شرمی سے انتہائی رکیک حملے کئے لیکن ان حملوں، ان گندگیوں سے خود ان "صالحین" کا پردہ چاک ہوا۔ جہاں تک انجمن کا تعلق ہے دشمن کے حملوں سے اس کی صفیں مضبوط ہوئیں عوام کے سامنے رہنے والی ان خواتین پر کیچڑ اچھالنے والے خود ذلالت کی گندگیوں میں پھینک دیئے گئے۔

انجمن مفادِ نسواں کی اس مختصر سی تاریخ کو سامنے رکھئے تو یہ بات خود ہی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ درّانی صاحب کیوں ناراض ہوئے۔ ایوب خاں کے چہیتے درّانی کو پی۔آئی۔اے میں خصوصی مقاصد کے لئے بھیجا گیا تھا ـــــ نوکرشاہی نے درّانی کے ذریعے ایک جال پھیلایا تھا جس کا مقصد پی۔آئی۔اے میں مزدور دوست تحریک ایئر ویز ایمپلائز یونین پی۔آئی۔اے برانچ کا خاتمہ تھا انجمن مفادِ نسواں بھی ایک عوام دوست تحریک ہے پھر بھلا اس پر پیاسی اور اس کے سرپرست کا نزلہ کیسے نہ گرتا۔

پی۔آئی۔اے ہر ہفتہ ۳ ـ ۲ لاکھ روپے کی مالیت کے آرڈر انجمن کو دیا کرتی تھی جس کے ذریعے خواتین کو روزگار مل جاتا تھا اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا تھا اس کے ذریعے مختلف اسکولوں کا خسارہ پورا ہوتا اور پرانے منصوبوں کی تکمیل ہوتی تھی لیکن پیاسی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد یہ آرڈر روک دیئے گئے۔ اور ان بے سہارا خواتین کا روزگار چھین لیا گیا جو اس کے ذریعے اپنے بال بچوں کی پرورش کر رہی تھیں۔ انجمن کو ان حالات کی وجہ سے نئی کراچی میں اپنا اسکول بند کرنا پڑا ـــ کالج کی عمارت کی تعمیر متاثر ہوئی اور اب انجمن کم و بیش ۲ ہزار روپیہ ماہانہ خسارہ پر چل رہی ہے ـــــ اسکولوں میں فیسوں میں معمولی اضافہ کی وجہ سے اتنا خسارہ ہو رہا ہے ورنہ تو شاید اور بھی ادارے بند کرنے پڑتے۔

پی۔آئی۔اے کی انتظامیہ جو آرڈر انجمن کو دیتی تھی، وہ بہرحال اب کسی اور کو دیئے جا رہے ہوں گے، جس سے کسی کے منافع میں اضافہ ہو رہا ہو گا، کسی کے عیش و عشرت کا سامان مہیا کیا جا رہا ہو گا حالانکہ وہی آرڈر، اسی قیمت پر جب انجمن کے ذریعے حاصل کیا جاتا تھا تو اس کا نفع اور لاگت دونوں سے عوام کی خدمت ہو رہی تھی ـــــ استحصالی نظام کے پروردہ نے یہ برداشت نہیں کیا۔

عادل ایوبی

سوشل سیکیورٹی اسکیم منسوخ کی جائے

"سوشل سیکورٹی" اسکیم کی کہانی کچھ اس طرح ہے کہ اس کا آغاز مغربی یورپ میں انیسویں صدی کے شروع سے ہوا۔ انیسویں صدی کے آخر میں جرمنی، میں سماجی بیمے کا اور "ڈنمارک" میں اعانتی بلیٹی کے ذریعے مزدوروں کے لوٹنے کا طریقہ ایجاد کیا گیا۔ یہ طریقے سماجی امدادی کی شکل میں تھے۔ سماجی تحفظ کی منزل تک یہ دو راستے ہیں۔ ایک نجی بیمے کی ترقی یافتہ شکل ہے اور دوسری قانون غربا نامی طریقے کی ۱۸۳۴ء تک شہری محنت کش طبقے کو بیوقوف بنانے کے لئے تین طریقے نکالے گئے تھے۔ چھوٹی بچت۔ آجروں کی ذمہ داری۔ اور نجی (ذاتی) بیمہ کی مختلف شکلیں۔ سماجی بیمے کی سازش میں وہ تمام عناصر چھپے ہوئے تھے جو بعد کی سماجی تحفظ (سوشل سیکورٹی) کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ دیگر طریقے اور صورتیں یا تو اسی سے نکلی ہیں یا اس کی تابع ہیں اگر وہ اس میں شامل نہیں ہو گئی ہیں۔

۱۹۳۵ء میں امریکہ نے سماجی تحفظ (سوشل سیکورٹی) کا قانون نافذ کیا۔ اور ۱۹۴۱ء کے اٹلانٹک چارٹر میں بھی "سماجی تحفظ" (سوشل سیکورٹی) کی ترکیب استعمال کی گئی۔

مزدوروں اور ملازمین کے خوبصورتی سے استحصال کرنے کے طریقے تیار کرنے والا بین الاقوامی ادارہ انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (آئی۔ ایل۔ او) یا بین الاقوامی ادارۂ محنت، ۱۹۱۹ء میں قائم ہوا تھا اور ۱۹۴۶ء میں یہ سرمایہ دارانہ نظام کے چوکیدار اور محافظ کی حیثیت سے اقوام متحدہ سے وابستہ ہوا۔ اس کا مقصد دنیا کے تمام ملکوں میں مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد کے خلاف تمام سازشوں میں برابر کا شریک ہونا اور طبقاتی جدوجہد کے خلاف امریکی سی آئی اے کے مفادات کے مطابق معلومات فراہم کرنا ہے۔

پاکستان میں اسکیم کے نفاذ کے متعلق قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد ہی سے غور و فکر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حکومت پاکستان کی درخواست پر بین الاقوامی ادارۂ محنت یا (آئی۔ ایل۔ او) نے دو مشن پاکستان بھیجے۔ پہلا مشن ۱۹۵۲ء میں پاکستان آیا۔ اس کی رائے میں اسکیم شروع کرنے کے لئے کسی مناسب وقت کا انتظار بہتر تھا۔ دوسرا مشن ۱۹۵۶ء میں پاکستان آیا۔ اس مشن نے محنت کش طبقے کے "مسائل"! کا "تفصیلی"! جائزہ لیا اور فوری طور پر سوشل سیکورٹی اسکیم کے جاری کرنے کی سفارش کی چنانچہ اس کے نتیجے میں سوشل انشورنس آرڈیننس مجریہ (۱۹۶۲ء) جاری کیا گیا۔ لیکن یہ نافذ نہ ہو سکا کیونکہ ۱۹۶۲ء کے آئین کے مطابق لیبر ویلفیئر کے شعبہ جات مرکز سے لے کر صوبوں کی تحویل میں دیدیئے گئے۔ چنانچہ حکومت مغربی پاکستان نے ۱۹۶۵ء میں ایمپلائز سوشل سیکورٹی آرڈیننس جاری کیا پہلے مرحلے پر اس آرڈیننس کا نفاذ مارچ ۱۹۶۷ء میں تین شہروں یعنی کراچی، حیدرآباد اور لائلپور میں صرف کپڑوں کے کارخانوں میں کیا گیا۔ اس کے بعد اس اسکیم کے دائرۂ کار کو کپڑے کے علاوہ دوسرے صنعتی اور تجارتی اداروں تک وسعت دیدی گئی۔

ون یونٹ (مغربی پاکستان) ختم ہونے کے بعد اس اسکیم کو صوبوں کی تحویل میں دیدیا گیا۔ چنانچہ پنجاب، سندھ اور سرحد میں سوشل سیکورٹی کی الگ الگ تنظیمیں وجود میں آئیں صوبہ پنجاب میں تقریباً ہر اہم شہر میں اس کو نافذ کیا گیا اور اب یکم مارچ ۱۹۷۰ء سے لاہور میں بھی اس اسکیم کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔ اور سوشل سیکورٹی انسٹی ٹیوشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارہ نے اسکیم کے تحت آنے والے اضلاع کے ہر اس کارخانے کو اپنی اسکیم میں لے لیا ہے جہاں ۲۵ یا اس سے زیادہ آدمی کام کر رہے ہیں۔ پنجاب میں سوشل سیکورٹی کا ادارہ کارکنوں اور آجروں کے مشترکہ سرمایہ سے اپنے کام سرانجام دے رہا ہے۔ یہ ایک خود مختار اور نیم سرکاری ادارہ ہے۔ سوشل سیکورٹی قوانین کے مطابق ہر آجر ہر ماہ کارکن کی اجرت کا چھ فیصد سیکوریٹی فنڈ میں جمع کرانے کا ذمہ دار ہے۔ آجر ہر کارکن کی تنخواہ سے دو فیصد نکالے گا۔ اور باقی چار فیصد اپنی گرہ سے جمع کر کے کل چھ فیصد رقم جمع کرائے گا۔ دو روپے یومیہ یا ساٹھ روپے ماہانہ یا اس سے کم اجرت حاصل کرنے والے کارکن سے کوئی کٹوتی نہیں کی جائیگی بلکہ اس کارکن کی اجرت کا چھ فیصد مالک خود ادا کرے گا۔

سوشل سیکورٹی فنڈ میں چھ فیصد رقم جمع کرانے کا طریقہ کار ایک نگاہ میں بہت ہی مخلصانہ اور مزدور دوست معلوم ہوتا ہے! اور ہر عام آدمی اس کی حمایت کرنے میں عار محسوس نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اس کے تمام پہلوؤں اور نتائج پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ :۔ ——— سرمایہ داروں کے نمائندہ قانون بنانے والے ادارے بعض پروگرام ایسے بھی بنانا جانتے ہیں اور بناتے ہیں جو پورے پورے مزدوروں اور غریبوں کے فائدے کے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جب ان پر عمل کیا جاتا ہے تب یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس پروگرام کا مقصد بھی سرمایہ داروں کی دولت میں اضافہ کرنا ہے ———

ہر ملازم جو ۵۰۰ روپے تک تنخواہ لیتا ہے اسے تنخواہ کا دو فیصد دینا پڑتا ہے۔ اس دو فیصد کے ساتھ آجر کی طرف سے چار فیصد رقم اور ملا کر کل چھ فیصد رقم سوشل سیکورٹی اسکیم کو دی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے کراچی کی ایک مل پہلے سال ۱۹۷۰ء میں کل اکیانوے ہزار نو سو تراسی ۹۱۹۸۳ روپے ۳۰ پیسے ادا کر چکی ہے۔ یہ کسی لحاظ سے بھی حقیر اور معمولی رقم نہیں، بلکہ اتنی رقم سے ایک اچھے اوسط درجے کے علاج کا سالانہ خرچ برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اس اسکیم کے نافذ ہونے سے پہلے بہت سی ملوں میں علاج معالجہ کے انتظامات بہت بہتر تھے۔ اسی مل میں ایک بڑی ڈسپنسری تھی، جس میں ہر قسم کی ادویات موجود رہتی تھیں اور روزانہ ایک مستند ڈاکٹر تشریف لاتے تھے اور ملازمین اور ان کے بال بچوں کو دیکھتے تھے۔ کئی ایک ملازمین کو ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق ہسپتالوں میں بھی داخل کیا جاتا تھا اور ان تمام اخراجات پر تقریباً ۳۰۰۰ (تین ہزار) روپے ماہوار خرچ ہوتے تھے۔ اب اس سے تقریباً تین گنا زیادہ

بقیہ ۶۷

رقم دی جاتی ہے، لیکن جہاں تک علاج کا تعلق ہے وہ پہلی سہولتوں کا ایک فیصد کبھی نہیں رہا۔

مزدور کو معاشرتی تحفظ (سوشل سیکورٹی) کا احساس دلانے کے نام پر اس کی تنخواہ سے کچھ نہ کچھ رقم وضع کیا جانا اس کے مزید استحصال کیلئے ایک ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں۔

سوشل سیکورٹی اسکیم کے مسئلے پر مزدوروں کی بے چینی اور بے اطمینانی کی کئی وجوہات ہیں۔ اس اسکیم کے نافذ ہونے سے پہلے مزدور اپنی تنخواہ سے کوئی رقم نہیں کٹوانا تھا۔ اور اس کے باوجود اسے طبی امداد ملتی تھی۔ اپنی محدود آمدنی میں سے وہ اس رقم کے کٹوانے کا بوجھ کبھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اور پھر اس زبردستی کٹوتی کے بعد وہ فیکٹری سے ملنے والی طبی امداد پر اپنا حق سمجھتا ہے اس صورتحال کے بعد اگر وہ مناسب دوا یا مالی امداد حاصل نہ کر سکے تو اس مزدور کا بھڑک اٹھنا لازمی ہے۔ اس کے علاوہ اس اسکیم کے تحت مزدور کو معاوضہ صرف اسی صورت میں دیا جاتا ہے جبکہ وہ ڈیوٹی کے دوران کسی حادثہ کا شکار ہو جائے ڈیوٹی کے علاوہ ہونے والے کسی بھی حادثے کی ذمہ داری مزدور پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بیماری کے پہلے تین دنوں کی پوری تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد تنخواہ کا صرف ۵۰ (پچاس) فیصد معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔

کراچی میں ایک مزدور کم سے کم اجرت ۱۴۰ روپے ماہوار یعنی ۴ روپے ۶۶ پیسے روزانہ پاتا ہے۔ فرض کیا جائے کہ وہ سات دن بیمار رہا تو ایسی صورت میں پہلے تین دن کا کوئی معاوضہ قانوناً دیا ہی نہیں جا سکتا۔ باقی چار دنوں کا معاوضہ اسے پچاس فیصد کے حساب سے ۹ روپے بتیس ۳۲ پیسے مل سکتا ہے۔ ساتویں دن اس کو فٹنس سارٹیفکیٹ مل جاتا ہے اور آٹھویں دن وہ چھٹی لے کر پیسے لینے کے لئے اس سنیٹر میں جائے گا جو یہاں سے کئی میل دور ہے۔ ظاہر ہے سات دن کی بیماری کے بعد وہ بسوں میں دھکے کھانے کے قابل نہیں رہ سکتا، لہٰذا مجبوراً موٹر رکشے ہی کے ذریعے جا سکے گا۔ چونکہ پیسے حاصل کرنے کا وقت صبح آٹھ بجے سے ایک بجے دوپہر تک ہے، اس کے ساتھ بڑی خوش اتفاقی ہو گی اگر اسے پہلے ہی دن پیسے مل جائیں، کیونکہ ایسے موقعوں پر جہاں روپے پیسے کا لین دین ہوتا ہے۔ مختلف قسم کی قانونی پیچیدگیاں نکالی جاتی ہیں۔ یوں بھی ڈسپنسریوں کے اسٹاف کی غلطیوں کی وجہ سے ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ اگر سارے کاغذات درست ہوں، تو بھی یہ جواب مل جاتا ہے کہ پیسے ختم ہو گئے ہیں کل آنا۔ اس طرح اسے ۹ روپے ۳۲ پیسے وصول کرنے کے لئے کتنا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آٹھویں دن کی غیر حاضری کی وجہ سے چار روپے ۶۶ پیسے کا نقصان، کرایہ اندازاً ۲ روپے (جملہ چھ روپے چھیاسٹھ پیسے) مختصر یہ کہ ۹ روپے ۳۲ پیسے حاصل کرنے کے لئے چھ ۶ روپے چھیاسٹھ (۶۶) پیسے کا نقصان کرنا پڑا۔ یہ پیسے اگر پہلے ہی دن وصول نہ ہوتے، تو پھر مزید چھ روپے چھیاسٹھ پیسے یعنی کل تیرہ (۱۳) روپے بتیس (۳۲) خرچ کرنا پڑیں گے جو حاصل ہونے والی رقم سے چار روپے زیادہ ہے اکثر مزدوروں کے ساتھ معاوضہ کی صورت یہی ہوتی ہے کیونکہ عام طور پر مزدور ملیریا یا بخار وغیرہ یا اسی قسم کی کوئی بیماری جو دیرپا نہیں ہوتی، میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لمبی بیماری والے کیس دو تین فیصد سے زیادہ نہیں ہوتے۔

اس ضمن میں ایک اہم شکایت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ دواؤں کی سپلائی کم ہے کارخانوں اور فیکٹریوں کے اسٹور میں ضرورت کی دوائیں بالکل نہیں ملتیں۔ اور بیمار مزدور کو اس کی بیماری کے علاج کے لئے کوئی سی ہی عام دوا دیدی جاتی ہے جو اس وقت اسٹور میں رکھی ہوتی ہے۔ یعنی مزدوروں کو مکسچر اور چند گولیوں کے سوا کچھ نہیں ملتا لیکن اب ان دواؤں میں اور بھی کمی کر دی گئی ہے۔ سوشل سیکورٹی کی ڈسپنسریوں میں کونین وغیرہ کی گولیوں کے علاوہ کوئی دوائی موجود نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی مزدوروں کو یہ دوائیں بازار سے خریدنے کی بھی ممانعت ہے۔ لاہور میں ڈاکٹروں کی تنظیم کے اصرار پر ڈاکٹروں کو چند دوائیں مقامی طور پر خریدنے کا اختیار دیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان پر یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ وہ دوائیں ایک خاص کمپنی سے خریدیں جس کو پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن نے غیر معیاری دوائیں بنانے کے الزام میں بلیک لسٹ کر رکھا ہے۔

ادارہ سماجی تحفظ کراچی اور کے۔ ڈی۔ اے کے رٹیئرڈ ڈاکٹرز جنہیں سماجی تحفظ کا محکمہ فی کس مزدور کے حساب سے مقررہ فنڈ ادا کر کے انہیں مزدور مریضوں کے علاج معالجے کا ذمہ دار قرار دیتا ہے علی الترتیب چار روپے اور ساڑھے سات روپے فی ورکر ماہانہ شرح سے سماجی تحفظ سے متعلق ورکروں اور کے ڈی اے ملازمین اور ان کے اہل و عیال کو طبی امداد فراہم کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کار ورکروں اور ڈاکٹروں دونوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ کیونکہ چار روپے اور ساڑھے سات روپے میں ایک ورکر اور اس کے چار سے لے کر آٹھ متعلقین (گھر کے افراد) کو مناسب طبی امداد فراہم نہیں کی جا سکتی۔ ادارہ سماجی تحفظ اور کے۔ ڈی۔ اے کے ارباب حل و عقد" نے یوں تو "فلیٹ ریٹ" مقرر کر دیا ہے۔ مگر ایسا کرتے ہوئے وہ یہ بات بھول گئے کہ ایک رٹیئرڈ ڈاکٹر کے پاس جو مریض بھجوائے جاتے ہیں ان میں سے کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو یا تو بیمار نہیں پڑتے یا بہت کم بیمار پڑتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو زیادہ بیمار پڑتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ چار روپے یا ساڑھے سات روپے ماہانہ میں ایسے ورکر اور اس کے خاندان کا علاج معالجہ تسلی بخش طریقے سے نہیں کیا جا سکتا۔ چار روپے اور ساڑھے سات روپے والا فارمولا صرف ورکروں کے لئے تو چل سکتا ہے مگر ان کے اہل و عیال کے لئے نہیں چل سکتا کیونکہ دوائی بہت مہنگی ہے۔ بعض رٹیئرڈ ڈاکٹر ایسے ہیں جن کے پاس ورکر جانا نہیں چاہتے اور اگر جاتے ہیں تو جلد ہی اپنا ڈاکٹر تبدیل کروا لیتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض رٹیئرڈ ڈاکٹر ایسے ہیں جہاں ورکر کی خواہش ہوتی ہے کہ جائیں۔ اس رجحان کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ یہ کام بہت آسان ہے خاص کر ادارہ سماجی تحفظ میں جس کے پاس کل چھ رٹیئرڈ ڈاکٹر ہیں یہ اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ کس ڈاکٹر کے پاس صرف نئے مریض آئے کتنے پرانے مریض اس کے پاس سے گئے۔ جس کے پاس ۸۰ فیصد نئے مریض آئیں ظاہر ہے کہ وہ اس پر اعتماد اور یقین کی وجہ سے آئیں گے اور اس وجہ سے بھی کہ اس کی تشخیص اور دوا اچھی ہے جو ظاہر ہے کہ چار روپے میں نہیں دی جا سکتی۔

سوشل سیکورٹی اسکیم کراچی کے "ارباب حل و عقد" رٹیئرڈ ڈاکٹروں کے سلسلے میں جانبداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ قانون کی روح سے سماجی تحفظ کے تحت علاج معالجے کی سہولت کے حقداروں کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ جس رٹیئرڈ ڈاکٹر سے چاہیں اپنا علاج کرا سکتے ہیں۔ مگر عملاً ورکروں کو یہ حق حاصل نہیں ہے اور اسکیم کے "ارباب حل و عقد" ورکروں کو ان کی پسند کے نہیں بلکہ اپنی پسند کے ڈاکٹروں کے پاس بھجواتے ہیں۔ ورکروں کا کہنا ہے کہ جب انہیں ایک ڈاکٹر کے علاج سے فائدہ نہیں ہوتا تو قدرتی طور پر وہ دوسرے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتے ہیں مگر یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے انہیں ادارہ سماجی تحفظ (سوشل سیکورٹی انسٹی ٹیوشن) کے دفتروں کے چکر کاٹنے ہوتے ہیں اور متعلقہ افراد کی خوشامد کے بعد ہی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ورکروں کی مرضی کے بغیر جب جی چاہتا ہے ادارے کے حکام ان کا ڈاکٹر بدل دیتے ہیں اور

اس کی اطلاع انہیں اسوقت دی جاتی ہے جب وہ ڈاکٹر کے پاس علاج کرانے جاتے ہیں۔ ورکروں کو اس بات پر بھی تشویش ہے کہ ادارہ سماجی تحفظ ریٹیئر ڈاکٹروں کو ختم کرنے پر غور کر رہا ہے حالانکہ مزید ریٹیئر ڈاکٹروں کی ضرورت ہے تاکہ ورکروں کو جو اپنی تنخواہ کا دو فیصد علاج معالجے کیلئے کٹواتے ہیں، بہتر طبی سہولتیں فراہم ہو سکیں۔ سوشل سیکورٹی ڈسپنسریوں کے اوقات کار بھی مناسب نہیں ہیں۔ صبح آٹھ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک کھلی رہنے کے بعد یہ بند ہو جاتی ہیں چنانچہ شام کو کسی وقت یا چھٹی کے دن مزدور ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اکثر و بیشتر شہروں میں سوشل سیکورٹی کی چند ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں کو چھوڑ کر باقی تمام کی کچھ ایسی ہی حالت ہے۔

سوشل سیکورٹی ڈسپنسریوں میں صرف ان مزدوروں کو دوا دی جاتی ہے جو کسی کارخانے میں باقاعدہ ملازم ہوں۔ لیکن ہر کارخانے میں سینکڑوں مزدور روزانہ اجرت یا ٹھیکہ پر کام کرتے ہیں۔ ان مزدوروں کا اسکیم کی طرف سے علاج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسکیم کے کسی بھی مزدور کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی بھی ڈسپنسری سے علاج کروا سکے۔ ایسی مثالیں قائم ہو چکی ہیں کہ مریض مشین میں آکر شدید زخمی ہو گیا۔ لیکن سیکورٹی سینٹر سے اسے علاج کی سہولت نہ ملی اور وہ جاں بحق ہو گیا۔

ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ فیکٹریوں اور اداروں کی انتظامیہ مزدوروں سے ہر ماہ سوشل سیکورٹی اسکیم فنڈ کے نام سے مزدوروں کی تنخواہوں کا دو فیصد حصہ کاٹ کر ہضم کر جاتی ہیں۔ اس کے لئے بھی ایک مثال پیش خدمت ہے کہ احمد کراچی فوڈ انڈسٹریز وحلوہ مرچنٹ کی انتظامیہ مزدوروں سے دو سال سے زائد عرصے سے سوشل سیکورٹی اسکیم فنڈ کے نام سے تنخواہ کی دو فیصد رقم ہر ماہ کاٹتی رہی اور تقریباً ڈیڑھ سال تک یہ فنڈ انتظامیہ ہضم کرتی رہی۔ نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ اس قسم کی دھاندلیاں اکثر اداروں میں ہوتی ہیں اور ادارہ سماجی تحفظ کے "ارباب حل وعقد" کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ اگر اس قسم کی حرکتوں کی اطلاعات ملتی بھی ہیں تو ان پر کوئی کارروائی نہیں کی جاتی۔ سوشل سیکورٹی کے دواخانوں میں دوائی بیحد ناقص ہوتی ہے۔ اکثر و بیشتر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مزدور دواخانوں میں دوائی اس لئے لینے جاتے ہیں کہ انہیں چھٹی اور اس کا معاوضہ مل سکے۔ ورنہ جہاں تک اس دوائی کا نگرانی کا تعلق ہے اسے وہ سڑک پر پھینک دیتے ہیں۔ علاج دوسرے ڈاکٹروں سے کراتے ہیں اور صرف چھٹیوں کی خاطر ادارے کے دواخانوں میں آتے ہیں۔ ادارے کے ذمہ داران مزدوروں کو چھٹیاں دینے میں بھی نہایت نامناسب رویہ اختیار کرتے ہیں۔ مزدوروں کو بیمار ہونے کے باوجود ضرورت کے مطابق چھٹیاں نہیں ملتیں۔ اور مریضوں سے ادارے کے ذمہ داران حجت اور بحث کرتے ہیں۔ ادارے کے دواخانوں میں مزدوروں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے اور انہیں علاج معالجے کی کتنی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں اس کی ایک مثال کے لئے لاہور کے ایک روزنامہ میں وزیر آباد کے ایک مزدور کا شائع ہونے والا مراسلہ کافی ہے۔ اس مراسلے کا متن یہ ہے۔

"کراچی! آپ کے روزنامے نے ہماری سوشل سیکورٹی اسکیم کی کافی ترجمانی کی ہے اور آپ نے جو کچھ اس اسکیم کے متعلق تحریر کیا ہے وہ بھی ہر مزدور کے دل کی آواز ہے۔ ہم اس سلسلے میں آپ سے مزید امید رکھتے ہیں کہ ہم غریب مزدوروں کی اس سلسلے میں ضروری امداد فرمائی جائے۔ اس ضمن میں درج ذیل حقائق آپ کی توجہ کے طالب ہیں۔ آج سے تقریباً دو سال قبل میری بچی جس کی عمر اس وقت کوئی ایک سال تھی، ٹائیفائیڈ کا شکار ہو گئی جس سے اس کی ٹانگیں بالکل سوکھ گئیں جہاں تک میری حیثیت تھی حکیموں وغیرہ سے علاج کروایا لیکن یہ حکیموں کے بس کی بیماری نہیں تھی۔ اور ڈاکٹروں کے لئے ہمارے پاس رقم نہیں تھی۔ خوش قسمتی سے ہماری فرم والوں نے مجھے ایک ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا تقریباً پندرہ دن میں بچی ٹھیک ہو گئی، صرف ایک ٹانگ کمزور رہ گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ تھوڑے دن اور علاج کرانے پر وہ بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ بدقسمتی سے انہی دنوں وزیر آباد میں سوشل سیکورٹی اسکیم نافذ ہو گئی جس کے بعد فرم والوں نے کہہ دیا کہ اب تم اس اسکیم سے فائدہ اٹھاؤ۔ اس دن سے میری بچی کا مذکورہ اسکیم کے تحت علاج ہو رہا ہے، لیکن بیماری کو معمولی سا فرق بھی نہیں پڑا اور جبکہ میری بچی کی عمر بھی دن بدن بڑھ رہی ہے اور وہ چلتے چلتے گر پڑتی ہے تو مجھے اپنی بے بسی پر رونا آتا ہے۔ اگر میں مذکورہ اسکیم والوں کو کہتا ہوں کہ میں باہر سے علاج کراؤں تو کہتے ہیں کہ ہم خرچہ نہیں دیں گے۔ یہ ایک میرا واقعہ نہیں بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ اگر مریض باہر سے علاج کرائے تو چند دن میں صحتیاب ہو جاتا ہے۔ جو یہاں مہینوں علاج کرانے کے باوجود صحتیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ ارباب اختیار سے پوچھ سکتا ہوں کہ کیا یہ ڈاکٹر نااہل رکھے جاتے ہیں یا اور کوئی وجہ ہے کہ کئی انسانوں کو اس محکمہ کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔"

ارباب اختیار اس قابل نہیں کہ وہ مزدور کے کسی صحیح سوال کا جواب دے سکیں۔ البتہ مزدوروں نے اپنے تجربہ سے یہ بات معلوم کر لی ہے کہ مزدوروں کے استحصال کا نیا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ جس کے لئے انسانوں کو اس محکمہ کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔

"سوشل سیکورٹی اسکیم" کے تحت کام کرنے والے ڈاکٹروں کی لاہور کی تنظیم کو بھی اس "اسکیم" کی ناکامی کا بری طرح احساس ہے ان میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیشہ ورانہ اخلاق کے منافی کام کر رہے ہیں کیونکہ جو دوائیں اور دیگر چیزیں علاج کیلئے ضروری ہیں وہ انہیں خود میسر نہیں، دوائیں ناکافی اور غیر معیاری ہوتی ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اسکیم کے تحت مزدوروں اور مالکان سے جو فنڈ اکٹھا ہوتا ہے۔ اس کی تقسیم میں گڑبڑ ہے، مثلاً معلوم اعداد و شمار کے مطابق طبی امداد پر جس میں دواؤں کی قیمت ڈاکٹروں کی تنخواہ، ڈسپنسریوں کی عمارت کا کرایہ، اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی فیس، آلات اور اسی طرح کی دوسری باتیں شامل ہیں، کل فنڈ کا ۳۸ فیصد دواؤں وغیرہ پر اور انتظامیہ پر ۶۲ فیصد خرچ کیا جاتا ہے اور اس وقت چالیس لاکھ روپے، محفوظ سرمائے کے طور پر ایک بینک میں پڑے ہوئے ہیں۔ فنڈ کی اس نسبت تقسیم کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ منتظمین اور افسر کم و بیش غیر ہنرمند لوگ ہیں اور ان میں وہ تمام کمزوریاں ہیں جو افسر شاہی کے کل پرزوں میں عام طور پر ہوتی ہیں۔ انتظامیہ میں غیر فنی افسروں کی مشغولیت کا ایک اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ صرف لاہور ریجن میں سوشل سیکورٹی افسروں کی تیرہ آسامیاں پیدا کی گئی ہیں جو ضرورت سے زیادہ خیال کی جاتی ہیں۔ ان افسروں کے اپنے غیر ہنرمند ہونے کے احمقانہ حد تک مظاہرہ کرنے کے ثبوت میں یہ ایک مثال کافی ہے کہ ایک افسر، ایک لیڈی ڈاکٹر کو جس کی ڈگریاں ایم بی بی ایس ڈی۔ جی۔ او، ایم، سی، پی، ایس ہیں اور جو ماہر امراض مستورات اور ایک میٹرنٹی ہوم کی انچارج ہیں یہ حکم بھی دے چکے کہ دائیوں اور لیڈی ہیلتھ وزیٹروں کو سلائی کا کام سکھایا جائے۔

سوشل سیکورٹی سروس کے بعض اعلیٰ افسروں کے دفتروں کی آرائش پر ہزاروں روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ اور انہیں ائرکنڈیشن کیا گیا ہے۔ لوکل آفس لاہور ریجن مسلم ٹاؤن نون ایونیو میں تھا اس عمارت کا کرایہ ۶۰۰ روپے ماہوار تھا اور چھ ماہ کا کرایہ پیشگی دیا گیا تھا۔ دو اڑھائی ماہ کے بعد دفتر گلبرگ میں تیرہ سو (۱۳۰۰) روپے ماہوار کرائے کی ایک عمارت میں تبدیل کر دیا گیا جس

مدیر منشور سبطِ اختر کو برطرف کر دیا گیا

پیاسی کو مصنوعی انجکشنوں سے زندہ رکھنے کی کوشش جاری ہے

پیاسی کے بے شمار کارناموں میں ایک کا اضافہ اور ہو گیا ہے۔ مدیر منشور سبط اختر کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ اس کارنامے کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی زیادہ ہے کہ پیاسی نے اپنے آقائے ولی نعمت شاکر اللہ درانی کے چلے جانے کے باوجود یہ انجام دیا ہے۔ اس لئے لوگوں کا یہ خیال بھی غلط ثابت ہو گیا کہ درانی کے چلے جانے کے بعد پیاسی کی مزدور دشمن کارروائیوں میں کوئی کمی واقع ہو جائے گی یا پی۔ آئی۔ اے انتظامیہ کے اندر درانی کے بچے کھچے حواریوں کی سازشوں میں فرق پڑ جائے گا۔ ایسا نہیں ہوا پیاسی کی مزدور دشمن کارروائیاں بھی وہی ہیں اور درانی کے حواریوں کی سازشیں بھی فرق صرف اس قدر پڑا ہے کہ ان کا انداز تھوڑا بدل گیا ہے۔ مثلاً مدیر منشور سبط اختر کے معاملہ کو ہی لے لیجئے۔ ۲ اگست کو مینیجنگ ڈائرکٹر پی۔ آئی۔ اے جناب ائیر وائس مارشل چودھری نے سبط اختر کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ ان کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کی جائے گی۔ درانی کے حواریوں کو ظاہر ہے کہ یقین دہانی بڑی بری لگی ہو گی۔ چنانچہ انہیں ایک ایسے موقع کا انتظار رہا کہ مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب کچھ عرصے کے لئے باہر چلے جائیں۔ سبط اختر کو دی جانے والی چارج شیٹ پر ہونے والی انکوائری کو ایک ماہ ہو گیا مگر نہ تو اس پر کوئی کارروائی کی گئی اور نہ الزامات کو واپس لیا گیا۔ (الزامات پر چارج شیٹ اور انکوائری کی تفصیلات منشور کے اگست ۷۱ء کے شمارے میں شائع کی جا چکی ہیں) ۳۰ اگست کو ایم، ڈی، ایم صاحب دورہ چین پر تشریف لے گئے۔ چنانچہ درانی کے حواریوں اور پیاسی یونین نے جلدی سے آپس میں کھسر پھسر کی اور موقع غنیمت جان کر انتہائی سازشی انداز میں یکم ستمبر کو ٹھیک چار بجکر ۵۹ منٹ پر جب کہ چھٹی ہونے میں صرف ایک منٹ باقی رہ گیا تھا مدیر منشور سبط اختر کو پروانہ برطرفی دے دیا گیا۔

یہاں مختصراً سبط اختر پر لگائے جانے والے الزامات اور ان کے جوابات دہرا دیئے جائیں تو قارئین منشور کو خود اس کارروائی کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ ہو جائے گا۔

الزامات میں ایک تو یہ تھا کہ پی۔ آئی۔ اے کی ملازمت کے ساتھ سبط اختر ایک رسالہ منشور نکال رہے ہیں جو کہ قواعد وضوابط کے خلاف ہے۔ دوسرا الزام یہ تھا کہ منشور کے جولائی ۷۱ء کے شمارے میں کچھ مواد ایسا شائع کیا گیا ہے جس سے پی۔ آئی۔ اے کی ساکھ اور شہرت کو نقصان پہنچا ہے اور انتظامیہ اور اس کے افسران کے خلاف نفرت پھیلتی ہے۔

سبط اختر نے دوسرے الزام کے جواب میں یہ کہا تھا کہ اس میں ایک قانونی نکتہ ہے اور کیونکہ انتظامیہ خود ایک فریق ہے اس لئے وہ خود اس بات کا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں لے سکتی کہ کونسا مواد ایسا ہے جس سے اس کی شہرت کو نقصان پہنچتا ہے یا اس کے خلاف نفرت پھیلتی ہے۔ یہ نکتہ کسی قانونی عدالت ہی میں طے ہو سکتا ہے۔

پہلے الزام کے جواب میں سبط اختر نے کہا تھا کہ منشور میرا ذاتی رسالہ نہیں ہے بلکہ ائیر ویز ایمپلائز یونین کا ترجمان ہے اور ملکی قوانین کے تحت ایک رجسٹرڈ ٹریڈ یونین کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنا ترجمان رسالہ شائع کرے۔ دوسرے یہ کہ منشور آج سے نہیں بلکہ گذشتہ آٹھ سال سے شائع ہو رہا ہے اور چھ سال تک خود پی۔ آئی۔ اے ہر ماہ اس میں اپنا اشتہار چھپواتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ منشور نکالنے کے لئے پی۔ آئی۔ اے انتظامیہ نے نہ صرف سبط اختر کو تحریری اجازت دی ہوئی ہے بلکہ ڈپٹی کمشنر کراچی کو بھی ایک خط کے ذریعے اس بات سے مطلع کر چکی ہے کہ سبط اختر کے منشور نکالنے پر اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ انتظامیہ کے ان دونوں خطوط کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بھی تحقیقات کے دوران سبط اختر نے پیش کر دیں۔

اس کے باوجود سبط اختر کو برطرف کر دیا گیا۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ انتظامیہ کے اندر چند با اثر افسران ابھی تک اپنی سازشوں میں مصروف ہیں جن کی بدولت پی۔ آئی۔ اے تباہی کے اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے کہ خود نئے مینیجنگ ڈائرکٹر صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ "میں پی۔ آئی۔ اے میں آنے کے لئے قطعی تیار نہیں تھا"۔

دوسری طرف دسمبر ۷۰ء میں پیاسی کی اجتماعی سوداکاری کی مدت پوری ہو رہی ہے اور گذشتہ دو سال کے عرصے میں پیاسی اپنی مزدور دشمن اور مزدور فروش کارروائیوں کی وجہ سے دم توڑ رہی ہے۔ انتظامیہ کے اندر درانی کے حواری خود بھی اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ پیاسی کے مرنے کے بعد وہ نہ صرف یہ کہ مزدوروں کے حقوق مزید غصب نہیں کر سکیں گے بلکہ ان کے پہلے کے غصب کردہ حقوق بھی واپس کرنا پڑیں گے کیونکہ یہ کام وہ کسی ایسی یونین کی موجودگی ہی میں جاری رکھ سکتے ہیں جس کو انہوں نے پالتو کتے کی طرح اپنے دروازے پر باندھ رکھا ہو اور جس کا کام صرف اسقدر ہو کہ انتظامیہ کے ہر فیصلے پر انگوٹھا لگا دے۔ چنانچہ درانی کے حواری اس کوشش میں ہیں کہ کسی طرح مصنوعی انجکشنوں کے ذریعے پیاسی میں جان ڈالی جائے۔

مدیر منشور کی برطرفی مصنوعی انجکشنوں کے اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد آئندہ پی آئی اے میں ہونے والے ریفرنڈم کے لئے پیاسی کو سہارا دینا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان مصنوعی انجکشنوں یا مانگے کی بیساکھیوں کے ذریعے پیاسی کب تک کھڑی رہ سکتی ہے۔ کیونکہ جماعت اسلامی جس نے کہ پیاسی کو بنایا ہے وہ خود انتہائی مضبوط سامراجی بیساکھیوں کے باوجود ملکی انتخابات میں اوندھے منہ گر چکی ہے پھر اس کے چھوڑے ہوئے انڈے بچے عوام کے بڑھتے ہوئے سیل رواں کے مقابل کتنی دیر تک ٹھہر سکیں گے۔ یہ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۹ء نہیں ہے بلکہ ۱۹۷۱ء ہے۔ اور اس عرصہ میں پاکستان میں ۷ اور ۱۷ دسمبر ۷۰ء کی تاریخیں آ چکی ہیں۔

طفیل عباس

خطوطِ زنداں

ستمبر ۱۹۶۰ء میں کنوینر قومی مزدور محاذ و صدر ایئر ویز ایمپلائیز یونین جناب طفیل عباس چھٹی مرتبہ جیل گئے تھے۔ اس دفعہ ان کی نظربندی کا عرصہ کافی طویل تھا یعنی ستمبر ۱۹۶۰ء سے مارچ ۱۹۶۲ء تک اس دوران وہ بائیس ۲۲ روز کیلئے رہا ہوئے تھے کہ پھر گرفتار کر لیئے گئے۔ اسیری کے دوران کئی بار انہیں پوچھ گچھ کیلئے پولس لاک اپ میں رکھا گیا۔ پوچھ گچھ کے دوران انہیں اذیتوں کے وحشتناک سلسلے سے گزرنا پڑا، جس میں کئی بار موت کو سامنے پایا۔ لیکن اگر مقصد سچا ہو اور اس مقصد سے لگن سچی ہو تو انسان موت کے سامنے ہی نہیں موت کے منہ میں جا کر بھی ثابت قدم رہتا ہے۔ طفیل عباس مزدور طبقے کی سربلندی اور مزدور کسان راج کے قیام کو ہی اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں۔ دنیا کے ایک بہت بڑے حصے میں آج اس مقصد کی صداقت کو تسلیم کیا جا چکا ہے، طفیل عباس آج بھی اس مقصد کیلئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہیں۔

ادارہ منشور نے فیصلہ کیا ہے کہ اسیری کے دوران طفیل عباس صاحب نے اپنی بہنوں اور بھائی کو جو خطوط لکھے ہیں انہیں اسی ترتیب سے قسط وار منشور میں شائع کیا جائے۔ ان خطوط کے مطالعے سے نہ صرف جیل کے حالات کا اندازہ ہوگا بلکہ اس وقت کے سیاسی حالات اور باشعور سیاسی کارکنوں کی سوچ کا بھی علم ہوگا اور اس وقت کے حالات سے آج کے سیاسی حالات کا مقابلہ کرنے میں مدد ملے گی (ادارہ)

اچھی بہنو و بھائی!

اس سے پہلے ایک خط لکھ چکا ہوں امید ہے کہ مل گیا ہوگا اور اس خط کے بعد ملاقات بھی ہوگئی تھی تو کافی الجھن ختم ہوگئی تھی۔ آج اتوار ہے شام کے تین بجے ہیں معلوم نہیں کہ یہ خط آج پورا ہو سکے گا ۔ کیونکہ اب تھوڑی دیر کے بعد بھائی لوگوں کی چائے کے لئے آواز لگنے والی ہے۔ پھر اس کے بعد برزخ کا دور شروع ہونے والا ہے پھر والی بال VOLLEY BALL یا ٹہلنا ہے۔ رات کو آج کل کچھ لکھائی پڑھائی نہیں ہوتی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم چار آدمی ابھی بڑے ہال میں تشریف نہیں لے گئے ہیں ابھی صرف برآمدے میں ڈیرہ لگا ہوا ہے۔ وہاں پر روشنی نہیں ہے۔ دیکھئے اندر جانا کب ہوتا ہے۔ اندر ایک تو گرمی پھر مچھر۔ اگر سردی نے زیادہ تنگ کیا تو ہی اندر جانے کا ارادہ ہے ورنہ رات تیل کے چراغ کا تجربہ کیا تھا کہ اس سے پڑھنا شروع کیا جائے۔ مگر کامیاب نہیں ہو سکا روشنی کم رہی۔ مگر امید ہے کہ اس تجربہ کو کامیاب بنایا جائے گا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ابھی تو اظہر صاحب کے گانے سنے جا رہے ہیں مگر کب تک۔ ظالم کی آواز تو اچھی ہے فن سے بھی کافی واقفیت ہے مگر افسوس سوائے عشقیہ گانوں کے کمبخت کو اپنی پسند کے گانے بالکل یاد نہیں ہیں۔ اکیلا غم جاناں لئے ہوئے ہے غم دوراں کا پتہ ہی نہیں۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم غم جاں اور غم دوراں ساتھ ساتھ ہی لے کر چلے۔ خیر خط کہاں سے شروع کیا تھا اور کہاں پہنچ گیا۔ سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ طبیعت بالکل ٹھیک ہی نہیں بلکہ مزے کی ہے۔ پڑھائی زبردست طریقے سے ہو رہی ہے۔ جیل میں آ کر مجاز کا مجموعہ سب کے تبصروں کے ساتھ ختم کیا کافی معلومات بڑھیں۔ ساحر لدھیانوی کا "آہنگ" کا ایک مجموعہ

بیگم ۔ طفیل صاحب کی بہن ضیاء اختر ۔ جو بیگم باجی کے نام سے جانی جاتی ہیں۔

شوکت ۔ طفیل صاحب کی سب سے چھوٹی بہن اور علی حسن کی بیوی۔

اظہر:۔ اظہر عباس ۔ طفیل عباس صاحب کے ساتھ ہی گرفتار کئے گئے تھے ۔ آج کل مڈڈے ہاؤس میں پرسنل آفیسر ہیں۔

پپو ککو ۔ طفیل صاحب کی چھوٹی بہن شوکت کے لڑکے

مل گیا اس پر بھی ایک نظر ڈالی۔ معاویہ اور یزید بھی کافی معلومات کی کتاب ہے۔ پھر انجیل مقدس ہاتھ لگ گئی اسے پرسوں ختم کیا اور کل WAR & PEACE مرحوم کی DULLES شروع کی تھی آج اسکو ختم کر ڈالا۔ معلومات میں کافی اضافہ ہوا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پتہ چلا کہ گھبراہٹ کا پارہ کہاں تک پہنچا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے بیچاروں کی۔ اپنی تو خدا سے ہمیشہ دشمن کے حق میں دعا ہی نکلی۔ بقول ایک فلمی گانے کے۔ ع

" تیرا بھلا ہو تڑپانے والے دل دے رہا ہے تجھکو دعائیں "

بٹیا لوگ :- پپو ککو طفیل صاحب کے بھانجے ان کی چھوٹی بہن شوکت کے مڑکے

خیر جہاں یہ بات چلی ہے تو یہ بھی سن لو۔ صبح چھ بجے اٹھنا، ضروریات سے فارغ ہو کر ناشتہ، پھر دبا کر پڑھائی، کھانے کا وقفہ، پھر کچھ دیر لیٹنا پھر پڑھائی پھر چائے برج کھیلنا اور رات کو فی الحال ادھم اور غنیں ہی غنیں۔ مگر اس پروگرام کے ساتھ ساتھ لگاتار ذرا بھی فرصت کے وقت تم لوگوں کا خیال اور ساتھ ساتھ حالات پر گہری اور سنجیدہ سوچ جو کہ باہر بالکل ناممکن ہوتی ہے۔ باہر تو خدا کی قسم صبح سے لے کر رات تک وہ پاگل پن رہتا ہے کہ خدا بچائے۔ بھائی تم کہو گے کہ اگر یہ بات ہے تو زندگی بھر کا پٹہ یہیں اندر ہی کا کیوں نہیں کرا لیتا۔ تو سنو ایسی بات تو نہیں ہے۔ مجھ جیسے آدمی کے لئے یہ ناممکن ہے ایک تو باہر گھر والوں کا خیال جسکو غم جاناں کے الفاظ سے یاد کرنا بہتر ہے دوسرا غم دوراں جو اندر سے پوری طرح سے نہیں ہو سکتا۔ مگر ساتھ ساتھ دنیا والوں سے کچھ بعید بھی نہیں۔ کیا سوچیں اور کیا کر بیٹھیں۔ اس موقع پر ایک بات یاد آئی۔ کہ دو کالج کے لڑکے سائیکل پر ڈبل سواری کر رہے تھے۔ ایک سپاہی صاحب نے پکڑ لیا، اور چالان کرنے کے لئے ایک عدد پنسل اور ایک عدد نوٹ بک بڑے اہتمام سے جیب سے نکالی اور بڑے غصہ میں لڑکوں کا نام پوچھا۔ لڑکوں نے پہلے تو بڑی منت سماجت کی مگر بھلا وہ کہاں ماننے والے تھے مجبور ہو کر نام بتائے (ادھر کی سنئے مولانا سپاہی صاحب کچھ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے) اسی غصہ کے انداز میں بلکہ زیادہ بگڑ کر بولے کہ لکھو تم دونوں خود اپنے نام اور پتہ وغیرہ۔ دو لڑکے بڑے تیز تھے سمجھ میں آگیا ان کے کہ مولانا سپاہی صاحب کی کمزوری کیا ہے۔ جھٹ کاپی اور پنسل لی اور بڑے ڈر ڈر کے لکھ مارا ۔

یوسف :- شوکت اور علی حسن صاحب کا گھریلو ملازم

آندھیاں غم کی یوں چلیں باغ اجڑ کے رہ گیا ؛ مجھ تھے آسرا جسے وہ بھی بچھڑ کے رہ گیا

خیر مولانا سپاہی بڑی جیت کے ساتھ تھانہ چالان لے کر گئے۔ بعد میں جو حال ہوا پھر آئندہ کام آئے گا اس وقت اتنا ہی کافی ہے۔ تم لوگ بور ہو گئے ہو گے کہ کیا بکواس ہے نہ کوئی بات نہ خیریت۔ تو سنو میں خیریت سے ہوں اس کا اندازہ تو ہو گیا ہو گا۔ رہا تم لوگوں کا تو مجھے امید ہے کہ تم لوگ بالکل مزے میں ہو گے اور خاص طور سے میرے بٹیا لوگ دونوں مزے میں ہوں گے۔ بھائی لوگو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ اگر باہر تم لوگ ٹھیک ہو تو اندر کی فکر بیکار ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جیل جیل ہے مگر الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ زندگی کے دن کٹتے ہیں اور اچھی طرح کٹتے ہیں۔ اب ذرا دو چار باتیں کر لوں امید ہے کہ شوکت تم ڈرگ روڈ واپس آگئی ہو گی۔ اگر کہوں کہو تو عجیب پاگل پن ہے۔ ایک تو آجکل کے حالات میں فضول ہیں میری اس مفلسی میں تمہارا بیکار کا خرچہ۔ اگر یوسف سمجھے تو میری طرف سے اس سے کہنا کہ بھائی ہمارا خیال کرے مجھے پوری امید ہے کہ تم اگر اب تک نہیں آئی ہو تو اگلی ملاقات تک ضرور وہاں آجاؤ گی۔ معلوم نہیں کہ تم لوگوں نے ٹائمز آف انڈیا

کا بندوبست کرایا یا نہیں۔ اب کے لائبریری سے اچھی کتابیں FILM FARE, TIME
وغیرہ ضرور لانا۔ ای کلاس کے لئے کوشش کرنا اچھا ہے مل جائے۔ پرسان حال کو بہت
سلام اور کہنا کہ بالکل ٹھیک ہوں۔ مزے میں رہو باہر۔ DIA PUBLICATION بھی لیتے آنا
آج اخبار سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ DACCA گئے تھے لکھنا کون گئے تھے اور کیا رہا
ایک بات تم سے کہنی ہے وہ یہ کہ میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی میں جیل آیا ہوں تم لوگوں
کی سوچ میں یکطرفی پیدا ہو جاتی ہے یعنی یہ کہ ایک ایک آدمی کو جانچنے کے لئے صرف اور صرف
اپنا پیمانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے غلطی ہونے کا کافی احتمال رہتا ہے یہ ایک لمبی بحث
ہو جائیگی جو کہ اگلے خط میں سہی اور دو ایک باتیں اور لکھوں گا۔ بیٹوں سے کہنا کہ بالکل فکر نہ کرو
خوب مزے میں رہو۔ خوب پڑھو۔ میں واپس آؤنگا تو دونوں کا امتحان لونگا۔ اور خوب باتیں
ہونگی۔ تفریح اور سینما۔ اچھا پیار۔

فقط طفیل عباس

اچھی بھنو و بھائی !

ذکی - طفیل صاحب کے چھوٹے بھائی۔ ذکی عباس۔

اس سے پیشتر دو خط بھیج چکا ہوں معلوم نہیں ملے یا نہیں۔ مجھے تم لوگوں کا کوئی خط
نہیں ملا۔ سمجھ میں نہیں آتا ان خطوں کا سلسلہ۔ کل خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا مگر طبیعت
ٹھیک نہیں تھی۔ پرسوں پیٹ میں درد ہو گیا تھا۔ مگر اب طبیعت ٹھیک ہے مہنگائی
بڑھ جانے کی وجہ سے یہاں پر کھانے کا سلسلہ بگڑ گیا ہے۔ ایسے ہے بات چیت
ہو رہی ہے جیل کے افسران کو لکھا ہے شاید ٹھیک ہو جائے۔ ویسے اللہ مالک ہے
سب چلے گا۔ آج جمعہ ہے صبح کے نو بجے ہیں۔ خیال یہ ہے کہ کل خط یہاں سے چلے جائیں
گے اور شاید ملاقات سے پہلے تم لوگوں کو مل جائے۔ پچھلے خط میں میں نے ایک بات
لکھی تھی کہ تم دنیا والوں سے اس بات کی امید مت رکھا کرو جس کو کہ ہو سکتا ہے کہ تم خود
ان حالات میں کر سکو۔ میری بھی یہ کمزوری رہی ہے اور کسی حد تک ہے مگر حالات نے کبھی
سبق دے کر کم از کم سمجھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دل پھر کبھی کبھی بھٹک جاتا
ہو۔ جیل ویسے تو جیل ہے اور یہاں کے تاثرات اور نفسیات کا اندازہ آدمی اسوقت
تک نہیں کر سکتا جب تک کہ اس ماحول میں خود نہ رہے۔ حالانکہ میرے لئے یہ جگہ نئی
نہیں ہے مگر اس کے باوجود ہر دفعہ نئے قسم کے تاثرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے بعض
اوقات اسکی وجہ جیل کے اندر کا ماحول اور ساتھ ساتھ جیل کے باہر کا ماحول ہوتا ہے
اندر کا ماحول تو خیر اندر کے لوگوں، جیل کے حالات رہنے اور کھانے کی حالت
پر ہوتا ہے اور باہر کے حالات کا اثر آدمی کے ذہن پر باہر کے لگاؤ، وہاں پرانے تعلقات اور نئے پیدا
ہونیوالے حالات سے ہوتا ہے۔ انسانی ذہن عجیب عجیب کرشمے دکھاتا ہے۔ اگر خود جیل سے باہر نکل کر آدمی ان تاثرات
کا جائزہ لے تو کبھی کبھی ان خیالات پر اسے ہنسی آنے لگے۔ مگر جیل کی چار دیواری میں
وہی تاثرات ایک خالی ذہن ہی کو کیا پوری طرح آدمی کی ہر چیز کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ
سکتے۔ اور ذہن ایسے ایسے نئے نئے طریقے سے نئے نئے زاویہ سے نئی نئی باتیں
سامنے لاتا ہے کہ خدا کی پناہ مگر پھر اسی ذہن کو قابو میں کر کے خود اپنے اوپر قابو پایا جاتا ہے
ورنہ جیل جہنم بن جائے اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ کبھی تو جیل کے اندر وقت کا پتہ نہیں

علی حسن - طفیل صاحب کے بہنوئی - شوکت کے شوہر۔

لگتا اور کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وقت ٹھہر گیا ہے اور آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتا انسان کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اور ایک معمولی سا حادثہ ذہن کو طرح طرح کی باتیں سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے جبکا وجود بالکل نہیں ہوتا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ کہو تم سب لوگ اچھی طرح سے ہو۔ امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا تو پھر بندہ بھی اچھی طرح سے ہے کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ یہ تو حالات ہی ایسے ہیں اور یہ ہی حالات بدلتے بھی رہتے ہیں اس لئے ان کے لئے الجھنا بیکار ہے۔ انسان اپنی طرف سے ہر طرح سے کوشش کرتا رہے تاکہ حالات کو صرف مخالف ہاتھوں یا مخالف ماحول پر نہ چھوڑ دیا جائے اس کے بعد جو ہوتا ہے اسکی بالکل پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ نہ تو اس سے کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ اتنی قدرت ہوتی ہے کہ بالکل اپنی مرضی سے انکو اپنے لئے ڈھال لیا جائے یہ تو ایک لمبی مسلسل اور کٹھن جد وجہد ہے جو کہ ایک لمبے عرصے سے چل رہی ہے اور چلتی رہے گی اور اس کا فیصلہ تو آنے والا کل ہی کرے گا۔ انسان کا کام اپنی سی کوشش کرنا ہے اور بس میرے کہنے کا مطلب صاف ہے کہ تم لوگ بالکل مزے میں رہو اور زیادہ فکر نہ کرو۔ اگر میں یہ کہوں کہ بالکل فکر نہ کرو تو یہ بھی غیر فطری بات ہوگی۔ مگر کہنا صرف اتنا تھا کہ آدمی کو حالات کے ساتھ ساتھ سمجھ کر اور سوچ کر اپنے ذہن کو ڈھالنے کی کوشش کرنا چاہیئے ورنہ سوائے الجھن اور پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور انسان وہ نہیں کر سکتا جو وہ کر سکتا ہے اور اسے کرنا چاہیئے تاکہ حالات بہتر ہوں۔ مختصر یہ ہے کہ خوش رہو۔ کہو شوکت ڈرگ روڈ واپس آ گئی یا نہیں۔ پچھلے خط میں تو کافی لکھا تھا اور تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی تھی۔ مجھے امید ہے کہ ایسا ہو گیا ہوگا۔ پچھلے خط اگر تم لوگوں کو مل گئے ہوں تو اسمیں کچھ باتیں لکھی تھیں انھیں کر لینا اور اگر یہ خط ملاقات سے پہلے مل جائے تو پنڈت نہرو کی دو کتابیں Discovery of India اور Towards Freedom مل جائیں تو لیتے آنا۔

باقی رسالہ اور لائبریری کی کتابیں تو لاؤ گے ہی جیل میں پڑھائی اچھی خاصی ہو رہی ہے رات کا معاملہ ابھی ویسے ہی چل رہا ہے۔ دن کا کھانا کھانے کے بعد پڑھائی۔ کبھی سونا۔ ہاں بھائی کرشن چندر کی ناول "ایک عورت ہزار دیوانے" پڑھی خوب لکھی ہے۔ خود کرشن چندر کی طرز تحریر کے بارے میں کچھ لکھنا بیکار ہے۔ مگر اتنا لکھنا ضروری ہے کہ دن بدن زور قلم زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے۔ جو موضوع اس کتاب میں لیا ہے خوب لیا ہے اور خوب ابھارا ہے اور خوب لے کر چلا ہے۔ مگر جس کلیہ کے ساتھ ختم کی ہے اور جو اثر اپنا وہ کتاب عام طور پر چھوڑتی ہے اس سے بندے کو پوری طرح اتفاق نہیں ہے۔ ویسے تو محبت کہو، چاہت کہو، عشق کہو اس کے بارے میں اپنا نظریہ کافی مختلف ہے۔ اگر موقعہ لگا تو ہو سکتا ہے اسی مسئلہ پر یا تو جیل میں لکھوں گا یا پھر خطوط میں اس پر، بحث چھیڑی جا سکتی ہے۔ معلوم نہیں تم لوگ اس بات کو کیسے محسوس کرو یہ ایک اچھا موضوع رہے گا لکھنے کا اگر تم لوگوں نے ہاں کی تو آئندہ اس پر کچھ بات کیجائے گی۔ دوسری بات جو کہ اب اسی سلسلے میں سمجھو لو گو بھی مختلف ہوگی وہ خود میرا ذاتی مسئلہ ہے کہ جیل سے نکلنے کے بعد میری زندگی کی وابستگی کس طرح اور کس کے ساتھ ہو تم لوگ یہ کہو گے کہ کیا بات ہے۔ بھائی بات صرف اتنی ہے کہ جیل آنے سے پہلے بھی یہ تو بہرحال کچھ عرصہ سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ شادی کر لینی چاہیئے۔ مگر اس اتفاقی حادثہ کا خیال اس طرح سے نہیں تھا۔ مگر جیل آنے کے بعد اس مسئلہ پر سوچا بھی ہے اور بات چیت کتابوں

سے بھی کی ہے تو کچھ فیصلہ بھی کیا ہے ہو سکتا ہے بحث کے بعد کوئی اور رخ اختیار کرے خیر اس پر بھی پھر بات ہوگی ۔ اور کہو میرے بیٹوں کا کیا حال ہے بھائی وہ لوگ تو ملاقات میں خاموش ہی بیٹھے رہتے ہیں ۔ ان سے کہو دو چار باتیں تو کیا کریں ۔ امید ہے پڑھائی خوب ہو رہی ہوگی ۔ علی حسن کو سلام اور کہنا بھائی میرے ٹھیک ہیں ۔ ذکی میاں کو معلوم ہو کہ تم کو پڑھائی کا برابر خیال رکھنا ہے اور ضرور ضرور کامیاب ہونا ہے ۔ حالات تم خود دیکھ رہے ہو ناہید مرزا کا کیا حال ہے ۔ سب پرسان حال سے کہنا سب ٹھیک ہے فکر بالکل نہ کریں ۔ حالات بدلتے رہتے ہیں پپّو کو بہت بہت پیار ۔

فقط

تمہارا طفیل

ناہید ۔ طفیل صاحب ک رشتہ کی بھانجی جن کی پرورش ان کی ہمشیرہ بیگم باجی نے کی ھے ۔

نوٹ

گزشتہ شمارہ میں طفیل عباس صاحب کے پہلے خط میں ایک تشریح سہواً رہ گئی تھی خط کے متن کا شروع کا حصہ اس طرح ہے ۔

" آج اکتوبر کی ۱۷ تاریخ ہے ۔ شام کے چار بجے ہیں ۔ تم لوگ کہو گے کہ عجیب لاپرواہوں ایک ماہ دو دن کا عرصہ ہوگیا اور تم کو ایک خط خیریت کا نہ بھیج سکا ۔ تو سنو بھائی اس جیل شریعت میں میں ۹ اکتوبر کو لایا گیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تم لوگوں کو معلوم ہو گئی ہوگی ....."

قارئین منشور کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ طفیل صاحب کو اس ۲۴ روز کی مدت میں مختلف پولیس لاک اپ میں بغرض انٹروگیشن (INTERROGATION) رکھا گیا تھا اور اس دوران انھیں وہ شدید اذیتیں دی گئی تھیں جن کا ایک عام آدمی تو کیا بڑے بڑے اخلاقی مجرم بھی تصور نہیں کر سکتے

(ادارہ)

بقیہ سوشل سیکیورٹی اسکیم

کے بڑے حصے میں ڈاکٹر کرڑ صاحب رہائش پذیر ہیں ۔ حالانکہ ان کا اس رعایت کے لئے کوئی حق نہیں ہے ۔ بعض افسر اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ جو مراعات انہیں قواعد و ضوابط کے تحت حاصل نہیں ہیں اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھا کر انہیں بھی حاصل کیا جائے ۔

ڈسپنسریوں میں جو دفتروں سے زیادہ اہم ہیں ، ٹوٹا ہوا فرنیچر ہے مریضوں کو بیٹھنے کے لئے بنچ نہیں ہیں دھوپ سے بچاؤ کے لئے سایہ نہیں ہے ۔ پینے کے لئے پانی نہیں اور رفع حاجات کیلئے بیت الخلا تک نہیں ہے ۔

سوشل سیکورٹی اسکیم کے ذریعے صرف ایک ہی کارنامہ وجود میں آیا کہ اس نے محنت کشوں کے مسائل اور مشکلات میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے اور ان مسائل کو ختم کرنے کے لئے کوئی مطالبہ کر دینا کہ " سوشل سیکورٹی اسکیم کو کالعدم قرار دیا جائے " بے کار ہی ہے ۔ اس لئے کہ اس اسکیم کے ذریعے صرف سرمایہ [illegible]

کی شریک نوکر شاہی کے مفادات بھی اس اسکیم سے کسی نہ کسی طرح ، ڈھکے اور چھپے انداز میں جڑے ہوئے ہیں ۔ سرمایہ دار اور نوکر شاہی عوام کے مسائل میں اضافہ کرتے ہیں ۔ ان کا اپنا ایک سرمایہ دارانہ نظام ہے جس کے تحت یہ لوگ عمل کرتے ہیں ۔ جب تک مزدور طبقہ متحد ہو کر سرمایہ داروں نوکر شاہی اور جاگیرداروں کے خلاف جد وجہد نہیں کرے گا اس وقت تک مزدور طبقے کے سر پر مسائل و مشکلات کی تلوار لٹکی رہے گی ۔ مختلف مسائل کے حل کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کیا جائے سرمایہ داروں نوکر شاہی اور جاگیرداروں کو ختم کرنے کیلئے مزدور طبقے کی قیادت میں سرمایہ داروں کی جمہوریت کی بجائے عوام کی اپنی " عوامی جمہوریت " نافذ کی جائے جو معاشرے کو سوشلزم کی جانب لے جائے ۔ صرف اسی صورت میں مزدور اور کسانوں کو سرمایہ داروں ، جاگیرداروں اور نوکر شاہی سے چھٹکارا ملے گا ۔ اور جب ہی تمام عوام

پاک چین دوستی کی انجمن کی طرف سے یوم دفاع کی تقریب

بیرونی جارحیت کیخلاف چین پاکستان کے ساتھ ہے

(فہہ کنگ چینگ)

۶ ستمبر کو کراچی کے ایک مقامی ہوٹل میں پاک چین دوستی کی انجمن کی جانب سے یوم دفاع کی تقریب منعقد کی گئی۔ اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انجمن کے صدر حاتم علوی نے جنگ ستمبر کے موقع پر چینی حکومت کی جانب سے پاکستان کو امداد دینے پر چینی رہنماؤں کا شکریہ ادا کیا اور معزز مہمان سے اپیل کی کہ وہ چینی رہنماؤں کو پاکستانی عوام کے یہ جذبات پہنچا دیں کہ پاکستانی عوام وقت پڑنے پر چینی عوام کا ہر ممکن ساتھ دیں گے۔ اجلاس میں مس سلسبیل جیون جی نے شاہراہ ریشم کے متعلق شاہراہ دوستی کے نام سے ایک طویل معلوماتی مقالہ پڑھا جس میں بتایا گیا کہ چین اور پاکستان کے عوام کے مابین صدیوں سے دوستانہ روابط ہیں۔ سامعین بار بار پاک چین دوستی زندہ باد، امریکی سامراج مردہ باد، روسی سوشل سامراج مردہ باد کے نعرے لگاتے رہے۔ چینی قونصل کی تقریر کا مکمل متن یہ ہے۔

معزز صدر اور دوستو!

یوم دفاع پاکستان کے موقعہ پر جو کہ پاکستانی عوام کی بیرونی جارحیت کے خلاف جدوجہد کی شاندار کامیابی کا ایک یادگار دن ہے، میں یہاں موجود اپنے دوستوں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

سنہ ۱۹۶۵ء میں توسیع پسندوں کے بڑے پیمانے پر مسلح حملے نے پاکستان کی قومی آزادی اور ریاستی خود مختاری کو سنگین خطرے سے دوچار کر دیا تھا۔ لیکن بہادر پاکستانی عوام وحشی فوجوں کا مقابلہ کر کے بہادری کے ساتھ اپنے دفاع میں اٹھ کھڑے ہوئے، توسیع پسندوں کو کامیابی کے ساتھ بھگا دیا، اور ان کے عزائم کو ناکام بنا کر پاکستان کی قومی آزادی اور ریاستی خود مختاری کا تحفظ کیا۔ ہم پاکستانی عوام کے تشدد سے مرعوب نہ ہونے اور جدوجہد کرنے اور فتح حاصل کرنے کے جذبے کی واقعی بہت قدر کرتے ہیں۔

ابھی ابھی جناب صدر نے سنہ ۱۹۶۵ء میں پاکستانی عوام کی بیرونی جارحیت کے خلاف جدوجہد میں چین کی طرف سے کی جانیوالی حمایت اور اعانت کی بہت تعریف کی ہے۔ میں آپ کے دوستانہ احساسات کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہمارے عظیم قائد چیئرمین ماؤ نے کہا ہے "دنیا بھر میں عوام کی منصفانہ جدوجہد ایک دوسرے کی حمایت کرتی ہیں"۔ پاکستانی حکومت اور پاکستانی عوام بھی چینی عوام کی "دو چین" پیدا کرنے کی سازش کے خلاف جدوجہد کی حمایت کرتے رہے ہیں اور اقوام متحدہ میں چین کے جائز حقوق کی بحالی کے لئے حمایت کر رہے ہیں۔ پاکستان بھی ان اٹھارہ ملکوں میں شامل ہے جنھوں نے اقوام متحدہ میں چین کے جائز حقوق کی بحالی کے لئے اقوام متحدہ کو ایک قرارداد کا مسودہ پیش کیا ہے۔ ہم پاکستانی حکومت اور عوام کی اس منصفانہ اور مخلصانہ حمایت پر شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ریاستی تعلقات پر امن بقائے باہمی کے پانچ اصولوں کے مطابق طے کئے جانے چاہئیں اور اسی لئے ہم پر امن بقائے باہمی کے پانچ اصولوں پر سختی کے ساتھ کاربند رہتے ہیں۔ ہم نے کبھی بھی کسی دوسرے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کی ہے اور ہم کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں دوسرے ملکوں کی مداخلت کی مخالفت کرتے ہیں۔ پاکستان کے اندرونی مسائل پاکستانی عوام ہی حل کر سکتے ہیں اور کسی کو ان معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔ چینی حکومت اور چینی عوام پاکستانی حکومت اور پاکستانی عوام کی اپنی قومی آزادی اور ریاستی خود مختاری کے تحفظ کی منصفانہ جدوجہد اور بیرونی جارحیت اور مداخلت کے خلاف جدوجہد کی ہمیشہ کی طرح ثابت قدمی کے ساتھ حمایت کرتے رہیں گے۔ ہم کشمیری عوام کی ان کے حق خود اختیاری کی منصفانہ جدوجہد کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔

دوستو! چین اور پاکستان دوست پڑوسی ہیں۔ دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان ایک گہری اور روایتی دوستی موجود ہے۔ ہمارے دونوں ملکوں کے عوام کی یہ مشترکہ خواہش ہے کہ چین اور پاکستان کے درمیان دوستی برقرار رہے اور فروغ پائے۔ یہ دوستی دونوں ملکوں کے عوام کے بنیادی مفادات کے مطابق ہے اور اس سے اس علاقے میں امن کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں مدد ملے گی۔ ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ دونوں ملکوں کی حکومتیں اور عوام کی مشترکہ کوششوں کی بدولت ہم دونوں ملکوں کے درمیان دوستی اور زیادہ مستحکم ہوئی ہے۔ ہمیں پاک چین دوستی کے پرچم کو بلند رکھنا چاہئے اور چین اور پاکستان کے درمیان دوستی کو بڑھانے اور مستحکم کرتے رہنے کی طرف کوششیں جاری رکھنا چاہئیں۔

پاکستانی و چینی عوام کی روایتی دوستی زندہ باد۔

تین صنعتی اداروں میں ہڑتال

ان دنوں کراچی میں تین صنعتی اداروں احمد عبدالغنی ٹیکسٹائل ملز، نیشنل انڈسٹریز ٹیکسٹائل ملز اور چارٹرڈ بینک لمیٹڈ کے مزدور ہڑتال پر ہیں۔ ان صنعتی اداروں کے مزدوروں کی ہڑتال مکمل طور پر جاری ہے۔ احمد عبدالغنی کے مزدوروں کا بنیادی مطالبہ بونس کی ادائیگی اور چارٹرڈ بینک کے ملازمین کا اہم مطالبہ مہنگائی الاؤنس تنخواہ میں ضم کرنا شامل ہے۔ صنعت کاروں کی مزدور دشمن دھاندلیوں کو ختم کرنے کے لئے مزدور رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ ویسٹ پاکستان انڈسٹریل اینڈ کمرشیل ایمپلائمنٹ اسٹینڈنگ آرڈرس آرڈیننس مجریہ سنہ ۱۹۶۸ء کی دفعہ ۱۱ سب سیکشن ۱، ۲، ۳، ۴، دفعہ ۱۲، ۱۳، اور ۱۵ کو فوری طور پر ختم کیا جائے اور چھانٹی کے سلسلے کو روکنے کے لئے مارشل لاء کا ضابطہ نافذ کیا جائے۔

ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی

روس کا منافقانہ کردار

دو بڑی طاقتوں میں سے ایک سوویت یونین نے گزشتہ چند ماہ سے ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے پھر شور و غوغا شروع کر دیا ہے۔ روس کے ترمیم پسند حکمران جو بزعم خود دنیا میں "امن" کے سب سے بڑے علمبردار بنے ہوئے ہیں، ایک طویل عرصے سے امریکی سامراجیوں سے اطاعت پسندانہ گٹھ جوڑ کر کے دنیا میں "امن" جو درحقیقت غلامانہ امن ہے، قائم کرنے کے مبلغ اول بنے ہوئے ہیں۔ امریکی شہر گلاسبورو میں امریکہ کے سابق صدر جانسن اور روس کے موجودہ صدر کوسیگن کے درمیان چند سال پیشتر ایک ملاقات ہوئی تھی جو گلاسبورو میٹنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس ملاقات میں ان دونوں ممالک کے سربراہوں نے تمام دنیا کو اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم کرنے کا ایک خفیہ معاہدہ کیا تھا۔ اس کے بعد عالمی سطح پر امریکہ اور روس کے درمیان بظاہر جو سرد جنگ موجود تھی وہ ختم ہو گئی۔ اب اگر بھارت اور روس میں فوجی معاہدہ ہوتا ہے تو امریکہ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ مشرقی یورپ کے ترمیم پسند ممالک میں روس نے جدید ترین ہتھیاروں کا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے اور وہاں اپنی مسلح افواج بھاری تعداد میں چھوڑی ہوئی ہیں۔ اسی معاہدے کے بعد ہی روس اور امریکہ کے درمیان مشہور عالم تنازعہ برلن بھی تقریباً "ختم" ہو گیا ہے۔ امریکی سامراج نے لاطینی امریکہ، مغربی یورپ اور مشرق بعید کے کچھ ملکوں پر اپنا تسلط جما رکھا ہے اور بیرون ملک لاتعداد فوجی اڈے قائم کر رکھے ہیں۔

ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی یا اس قسم کی دوسری مجوزہ کانفرنسوں سے روس اور امریکہ کا مقصد چھوٹے ممالک کو دبانے اور ان کا استحصال کرنے کے لئے سازشی گٹھ جوڑ کرنا ہے۔ تخفیف ایٹمی اسلحہ سے متعلق روسی ترمیم پسندوں کے دوغلے، منافقانہ اور سازشی کردار کو سمجھنے کے لئے روسی حکمرانوں کے سرکاری ترجمان روزنامہ پراودا میں حال ہی میں شائع ہونیوالے ایک مقالے کے چند اقتباسات کافی مددگار ثابت ہوں گے۔ اسی اخبار میں ایٹمی ہتھیاروں کی تخفیف کے سلسلے میں لکھے گئے مذکورہ مضمون میں کہا گیا ہے کہ "پانچوں ایٹمی طاقتوں کی کانفرنس سوویت یونین اور امریکہ کے مابین موجودہ دو طرفہ مذاکرات کی جگہ نہیں لے سکتی" مضمون میں مزید کہا گیا ہے کہ "اگر پانچوں ایٹمی طاقتیں ایک کانفرنس بلانے پر رضامند ہو گئیں تو اس میں تخفیف اسلحہ کے سلسلے میں وسیع اقدامات زیر بحث آئیں گے جن کے نتیجے میں تمام ایٹمی طاقتیں متاثر ہوں گی جبکہ سوویت امریکی دو طرفہ بات چیت کے دوران صرف ان جنگی ہتھیاروں کو محدود کرنے سے متعلق گفت و شنید ہو گی جو امریکہ اور سوویت یونین کے پاس ہیں۔" تخفیف ایٹمی اسلحہ کے متعلق روسی حکومت کا موقف کہ صرف ایٹمی طاقتوں کی کانفرنس میں اس مسئلے کو پیش کیا جائے کے مقابلے میں چینی حکومت کا کہنا یہ ہے کہ یہ اس اہم ترین عالمی مسئلے کو طے کرنے کے لئے دنیا کے تمام ممالک کی اعلیٰ سطحی کانفرنس بلائی جائے۔ روسی ترمیم پسند اس جائز اور منصفانہ تجویز سے خوفزدہ ہیں لیکن انہوں نے عوام کو دھوکا دینے کے لئے مذکورہ بالا مضمون میں لکھا ہے کہ "اس سلسلے میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ سوویت یونین نے اس قسم کی کانفرنس کی کبھی مخالفت نہیں کی" یہ ڈھٹائی کی انتہا ہے "کبھی مخالفت نہیں کی" کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ سوویت یونین نے اس قسم کی کانفرنس کی کبھی حمایت نہیں کی۔ ایک طرف تو روسی ترمیم پسند یہ کہہ رہے ہیں کہ پانچ ایٹمی طاقتوں کی کانفرنس سوویت یونین اور امریکہ کے مابین ہونیوالے مذاکرات کی جگہ نہیں لے سکتی.

کیونکہ روسی حکمرانوں کے خیال میں پانچ ایٹمی طاقتوں کے مابین وہ مذاکرات ہوں گے۔ جن سے پانچوں ایٹمی طاقتیں متاثر ہوں گی، جبکہ امریکہ اور روس کے مابین صرف ان ہتھیاروں کو "محدود" کرنے کے متعلق بات چیت ہو گی جو صرف روس اور امریکہ کے پاس ہیں۔ ترمیم پسندوں کے اس منافقانہ استدلال کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ پانچ ایٹمی طاقتوں کی کانفرنس میں ان ایٹمی ہتھیاروں کو محدود یا ختم کرنے کے متعلق گفت و شنید نہیں ہو سکتی جو صرف روس اور امریکہ کے پاس موجود ہیں۔ درحقیقت گلاسبورو میں گٹھ جوڑ کرنے والے امریکی و روسی حکمران پانچ ایٹمی طاقتوں کی مجوزہ کانفرنس کو اس مقصد کے تحت استعمال کرنا چاہتے ہیں کہ دیگر تین ایٹمی قوتوں اور بالخصوص عوامی جمہوریہ چین کو نئے ایٹمی ہتھیار تیار کرنے اور تجربات کرنے سے روکیں اور اس طرح اپنی ایٹمی اجارہ داری کو برقرار رکھیں۔

ایٹمی ہتھیاروں کی تخفیف کے ضمن میں ایک بات اہمیت کی حامل ہے کہ سوشلزم کے نظریئے سے انحراف کرنیوالے روسی حکمران ایک مدت سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ایٹمی ہتھیاروں کے مزید تجربوں اور ان ہتھیاروں کی توسیع پر پابندی عائد کی جائے۔ ایٹمی ہتھیاروں کی توسیع اور ان کے مزید تجربوں پر پابندی عائد کرنیکا مطلب یہ ہے کہ جن ملکوں کے پاس جو ایٹمی ہتھیار موجود ہیں وہ موجود رہیں اور نئے ملک نئے ایٹمی تجربوں کے ذریعے امریکہ اور روس کی ایٹمی میدان میں اجارہ داری کو ختم نہ کر سکیں۔ یہ دنیا کے تمام ممالک کو موجودہ حالت (Status — Quo) میں رکھنے کی ایک سازش ہے۔

تمام دنیا کے ملکوں کو اعتماد میں لیکر تمام ایٹمی ہتھیاروں کے خاتمے کی جدوجہد کے بجائے، اپنی اور امریکی سامراج کی باہمی ایٹمی اجارہ داری کو برقرار رکھ کر، تخفیف اسلحہ کے نام پر چھوٹے اور ترقی پذیر ایٹمی ممالک کو اس ایٹمی اجارہ داری کو توڑنے سے روکنا، یہ ایک پہلو امریکی و روسی گٹھ جوڑ کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ اس ایٹمی اجارہ داری کے بل بوتے پر اور تخفیف اسلحہ کے شور و غوغے کے تحت (جس کا بیشتر حصہ سامراجیوں اور سوشل سامراجیوں کے زیر نگیں ہے) کو حالت موجودہ۔۔۔ (Status — Quo) میں رکھنے کی کوشش کرنا، دنیا میں تیز رو تبدیلی کی مخالفت اور ایٹم بموں کے سائے میں سامراجی اور سوشل سامراجی نظاموں کے بچاؤ کی کوشش، مسئلے کا یہ دوسرا پہلو سوشلزم کا دعویٰ کرنیوالے روسی حکمرانوں کے سامراج نواز، انقلاب دشمن، عوام دشمن اور سوشلزم دشمن کردار کو بے نقاب کرتا ہے۔

اگر ایک لمحے کے لئے یہ فرض کر لیا جائے کہ پانچوں ایٹمی طاقتوں کی ایٹمی ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کے سوال پر غور اور فیصلہ کرنے کے لئے بلائی جانیوالی مجوزہ کانفرنس منعقد ہوتی ہے اور جیسا کہ روسی ترمیم پسندوں کا موقف ہے اس میں ان ایٹمی ہتھیاروں کی تخفیف کے متعلق کوئی گفت و شنید نہیں ہوتی جو صرف امریکہ اور روس کے پاس ہیں۔ اور محض دوسرے درجے کے ایٹمی ہتھیاروں کی تخفیف یا ان کے مکمل خاتمے کی بات ہوتی ہے تو کیا اس کانفرنس میں شرکت کا یہ اقدام ان تین دوسرے درجے کے ایٹمی ملکوں کی طرف سے امریکہ اور روس کی

۱۷ ... ء

ایٹمی اجارہ داری کو سرکاری طور پر باضابطہ تسلیم کرنے اور دنیا کے ممالک و عوام کے خلاف سازش کے مترادف نہیں ہوگا۔

مزید برآں یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ روسی ترمیم پسند جو آج عوامی جمہوریہ چین کو تخفیف اسلحہ کی کانفرنس کی تجویزیں پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے امریکی و برطانوی سامراجیوں سے جولائی سنہ ۱۹۶۳ء میں "ایٹمی دھماکوں پر پابندی کا جزوی معاہدہ" کیا تھا۔ بعد میں سوویت یونین اور امریکہ کے مابین "ایٹمی ہتھیاروں" کو "محدود" کرنے کے متعدد نام نہاد معاہدے ہوئے جن میں ایٹمی ہتھیاروں کی توسیع پر پابندی کا بھی معاہدہ شامل ہے۔ نومبر ۱۹۶۹ء میں قدیم سامراجیوں کے نمائندے امریکہ اور جدید سامراجیوں کے نمائندے روس نے اپنے جنگی اہمیت کے ہتھیاروں کو "محدود" کرنے کی بات چیت کا آغاز کیا۔ لیکن ان تمام معاہدوں کے باوجود امریکہ اور روس میں ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ جاری ہے — ایٹمی ہتھیاروں کی تکنیکی خوبیوں اور ان کے ذخائر میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان دونوں ممالک کے ایٹمی ہتھیار اور ان سے مسلح افواج دنیا کے مختلف ممالک میں موجود ہیں۔ روسی ترمیم پسند خود اپنے ہی کئے ہوئے معاہدے کے کاغذ کے پرزے پرزے کرکے اسے ہوا میں بکھیرنے کے بعد بڑی ڈھٹائی کے ساتھ عوامی جمہوریہ چین کو نام نہاد کانفرنس کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔ اور خود کو اور اپنے شریک جرم ہمنوا ایک امریکی سامراج جو نے خود ان ترمیم پسندوں سے کئے ہوئے معاہدے کو پیروں تلے روندتے، اس مجوزہ کانفرنس کے تین رکن ممالک کی گرفت سے بالاتر رکھنا چاہتے ہیں۔ سامراجیوں اور سوشل سامراجیوں کے درمیان عوام دشمن گٹھ جوڑ کی یہ ایک شاندار مثال ہے۔

روسی ترمیم پسند حکمران جو دن رات "امن امن" کی مالا جپتے ہیں۔ انہوں نے اب کھلم کھلا سامراجی پالیسیوں کو اپنایا ہے۔ اب وہ جرمنی کے بسمارک کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خفیہ معاہدے کر رہے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے بھارت سے "فوجی دفاعی معاہدہ" کیا ہے۔ انہوں نے چیکوسلواکیہ میں فوجی مداخلت کی۔ انہوں نے عوامی جمہوریہ چین کے علاقے جین پاؤ میں متعدد مرتبہ فوجی جارحیت کی۔ اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ بھارت اور چین کی سرحدی جنگ کے زمانے میں چین کو یہ مشورہ دینے والے ترمیم پسندوں نے کہ سوشلسٹ بین الاقوامیت پسند ہوتے ہیں اور چین کو منجمد پہاڑوں کے تحفظ کے لئے بھارت سے جنگ نہیں لڑنی چاہئے۔ اب تک اپنی ریگستانی سرحدوں کے تنازعے کا چین سے تصفیہ نہیں کیا جبکہ عوامی جمہوریہ چین روس کے علاوہ اپنے تمام پڑوسی ملکوں سے جو سب سرمایہ دار ہیں سرحدی تنازعات طے کر چکا ہے۔ روسی ترمیم پسند مشرقی یورپ کے ملکوں اور منگولیا کو اپنی نوآبادی میں تبدیل کر چکے ہیں۔ معاہدۂ وارسا جو امریکی سامراج کی جارحیت سے تحفظ کے لئے تشکیل دیا گیا تھا۔ اب امریکی روسی گٹھ جوڑ کے بعد روسی سوشل سامراجیوں کے معاہدے کے دوسرے شریک ممالک پر فوجی تسلط کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ روسی ترمیم پسند اپنی اصلیت میں جنگباز ہیں۔ اس کا ایک ٹھوس ثبوت یہ ہے کہ سامراجیوں کی طرف سے مسلط کردہ جنگ کے جواب میں حقیقی امن کے حصول کے لئے لڑنے والے ویتنامی قوم کے عظیم رہنما ہوچی من نے سنہ ۱۹۶۷ء میں ترمیم پسندوں کا لینن ایوارڈ ٹھکرا دیا تھا۔

پرانے اور نئے سامراجیوں میں بہت سی مشترک باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ "دوسرے ملکوں کی آزادی کے تحفظ" کی خاطر ان علاقوں میں اپنی کرائے کی افواج بھیج کر ان پر غاصبانہ قبضہ جما لیتے ہیں۔ سوشل سامراجی اس کے برعکس بن کر اور تخفیف ایٹمی اسلحہ کے مذاکرات کی تجویزیں پیش کرکے دنیا کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا اور اپنے جنگباز جرائم پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

یہ جنگباز عوامی جمہوریۂ چین کو مطعون کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ یہ بھول رہے ہیں کہ جنگ میں ہتھیار نہیں بلکہ انسان ہی فیصلہ کن قوت ہوتے ہیں اور گوئبلز کی طرح جھوٹا پروپیگنڈہ کرنیوالوں کو بالآخر میدان سے ذلیل ہوکر بھاگنا پڑتا ہے۔

دنیا کے عوام جو روز بروز بڑی تعداد میں سوشلسٹ نظریات قبول کرتے جا رہے ہیں۔ اس حقیقت سے روشناس ہو چکے ہیں کہ امریکہ اور روس کے موجودہ حکمران دونوں اپنی فطرت میں سامراجی اور جنگباز ہیں۔ دونوں چین دشمن ہیں۔

دنیا کو اپنے مابین تقسیم کئے ہوئے ہیں۔ دنیا کے عوام کے خلاف جرائم میں دونوں برابر کے شریک ہیں۔ دونوں دنیا کے عوام کے دشمن نمبر ایک ہیں اور دونوں کا حشر ایک سا ہوگا۔

کراچی کے صنعتی مزدوروں کی نصف تعداد

ان دنوں بیروزگار ہے

کل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن نے اپنے ایک اجلاس منعقدہ ۳۰ اگست میں عوام کو دھوکا دینے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ ٹیکسٹائل ملز بند نہیں کی جائیں گی لیکن اس اجلاس سے قبل اور بعد میں کراچی کے مختلف صنعتی اداروں بشمول ٹیکسٹائل ملوں سے مزدوروں کی جو چھانٹی کی گئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔ غفور ٹیکسٹائل ملز سے ۶۵۰ ڈائر ٹیکسٹائل ملز سے ۴۰۰ حافظ ٹیکسٹائل ملز سے ۵۰۰، ایم ایف اینڈ ایم وائی سے ۲۵۰، پراچہ ٹیکسٹائل ملز سے ۳۰۰، ایچ۔ ایم سلک ملز سے ۸۰۰، ای ایم آئل سے ۴۴، اومنی بس سروس سے ۴۰۰، فاروق مل سے ۱۸۰، پرویز ٹیکسٹائل سے ۳۰، اورینٹ سلک سے ۱۲۵، رشید ریان ملز سے ۳۳، سلیقہ سیونگ مشین سے ۱۵۰، انٹر ٹریڈ کوریٹرز سے ۴۵، فینسی سلک سے ۳۲، جیت سلک سے ۷، نور سلک سے ۲۴۰، گوجر سلک سے ۲۰، انڈسٹریل کیمیکلز سے ۱۵۹، جانسن اینڈ جانسن سے ۱۸، گل احمد ٹیکسٹائل ملز سے ۴۵، فردوس ٹیکسٹائل ملز سے ۴۲۔ پی سی ایس آئی آر سے ۵۷، نیشنل ٹائرسے ۴۱۵، کے ڈی اے سے ۱۵۰، پاک کیبلز سے ۱۰۰، اے ڈی سی (جی ایم بیراج) سے ۶۵۰، اے ڈی سی (گدو) سے ۳۵۰، پاکستان ٹیکسٹائل ملز حیدرآباد سے ۵۰، تاپور ٹیکسٹائل ملز سے ۷۰۰، آدم جی سے ۵۰، سنگر سیونگ مشین سے ۲۰، شاہد ٹیکسٹائل ملز سے ۴۰۰، جیمیس کاٹن ملز سے ۷، پاک سنٹرل کیمیکلز سے ۵۶، پیرامونٹ انڈسٹریز سے ۳۳، ذوالفقار انڈسٹریز سے ۴۰، دادا سوپ سے ۷۰، نیشنل اسٹیل ملز سے ۱۲۹، انڈس کیمیکلز سے ۱۷۵، رعنی سنز سے ۶۸، کوہ نور ملز سے ۳۷، کنسوبی سلک ملز سے ۵۰، انڈاولیریا سے ۷۵۸، نزہت سلک ملز سے ۲۵، فردوس ربر سے ۱۵، یونائیٹڈ پینٹ سے ۴۰، لیٹن پاکستان سے ۱۲۰، برما آئل کمپنی ۳۰، شاہ سنز نٹریز سے ۲۲، اکانک انجینئرنگ کمپنی سے ۱۰۰، وارنر ہیمبرٹ سے ۴۲، الحبیب ٹیکسٹائل ملز سے ۳، ایورشائن پینٹ سے ۳۵، زیب تن سے ۱۵۵ اور فاروق ٹیکسٹائل سے ۵۰۔ ایچ نظام دین اینڈ سنز سے ۶۵۔ اس کے علاوہ اسٹیل کارپوریشن، کونٹی نینٹل فرنشنگ کے مزدوروں کی بھی بڑی تعداد میں چھانٹی کی گئی ہے۔ مزید برآں ٹیکنیکل اسکول ہائی اسکول کھارادر کے ڈیڑھ درجن اساتذہ کو جبری طور پر برطرف کر دیا گیا ہے۔

سبط اختر اور پی آئی اے کے دیگر برطرف شدگان کو فوراً بحال کیا جائے

ایئرویز ایمپلائز یونین کے عہدیداروں، پیپلز پارٹی کے رہنماؤں اور ٹریڈ یونین لیڈروں کا مطالبہ

ایئرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ کے صدر جناب طفیل عباس، نائب صدر حاجی محمد عالم جنرل سکریٹری جناب الطاف حسین اور آرگنائزنگ سکریٹری جناب صغیر احمد نے ایک اخباری بیان میں مدیر منشور سبط اختر کی برطرفی کے خلاف شدید احتجاج کیا ہے اور اسے پی آئی اے انتظامیہ کے اندر موجود سابق سربراہ کے حواریوں کی پیاسی یونین کی سازش قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیاسی یونین جو کہ اپنی مزدور دشمنی اور مزدور فروشی کارروائیوں کی وجہ سے دم توڑ چکی ہے اس میں اب اتنی بھی سکت نہیں رہی ہے کہ اپنی اجتماعی سوداکاری کی باقی تین ماہ کی مدت بھی پوری کر سکے جو کہ دسمبر میں ختم ہو رہی ہے اسی لئے انتظامیہ کے اندر اس کے پشت پناہ عناصر اپنی مزدور دشمنی کارروائیاں جاری رکھنے کے لئے پیاسی کو مصنوعی الیکشنوں کے ذریعے زندہ کرنے رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ مزدوروں کے بچے کھچے حقوق بھی ان سے سلب کر لئے جائیں۔ انہوں نے کہا ہے سبط اختر کی حالیہ برطرفی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ پی آئی اے کے مزدور خوفزدہ اور بددل ہو جائیں اور پیاسی کی مزدور دشمن اور مزدور فروش قیادت ان کے سروں پر زبردستی مسلط رکھی جائے۔ بیان میں کہا گیا ہے مدیر منشور پر لگائے جانے والے الزامات انتہائی مضحکہ خیز ہیں جو کہ انتظامیہ کے سازشی عناصر کی کم علمی اور ذہنی کم مائیگی کا کھلا ثبوت ہیں۔ کیونکہ منشور تو گذشتہ آٹھ سال سے شائع ہو رہا ہے اور اس کے لئے خود پی آئی اے انتظامیہ پیشگی تحریری اجازت دے چکی ہے۔ آخر میں بیان میں ایئرویز ایمپلائز یونین نے پی آئی اے کے نئے سربراہ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ سبط اختر کی برطرفی کے احکام واپس لیے جائیں، تمام دیگر برطرف شدہ ملازمین کو بحال کیا جائے اور سابقہ انتظامیہ کی بدعنوانیوں کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائی جائے۔

ایک اور اخباری بیان میں پاکستان پیپلز پارٹی کے دس رہنماؤں نے مدیر منشور سبط اختر کی برطرفی کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ پی آئی اے کے منیجنگ ڈائریکٹر واضح طور پر اس بات کی یقین دہانی کرا چکے تھے کہ مدیر منشور سبط اختر کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کی جائیگی۔ اس یقین دہانی کی موجودگی میں اور خاص طور سے ایسے وقت جبکہ وہ خود چین کے دورے پر گئے ہوئے تھے سبط اختر کو برطرف کیا جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انتظامیہ کے اندر کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جو نئے منیجنگ ڈائریکٹر کو بدنام اور ناکام کرنا چاہتے ہیں۔ ان رہنماؤں نے سبط اختر کی برطرفی کے احکام کی فوری واپسی کا مطالبہ کیا ہے اور کہا ہے کہ پی آئی اے کے تمام برطرف شدہ مزدوروں کو بحال کیا جائے اور پی آئی اے کے تمام معاملات کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کی جائے۔ اس بیان پر مندرجہ ذیل رہنماؤں کے دستخط ہیں۔

۱۔ عبدالحفیظ پیرزادہ ممبر قومی اسمبلی و صدر پاکستان پیپلز پارٹی کراچی۔ ۲۔ معراج محمد خان جنرل سکریٹری پاکستان پیپلز پارٹی کراچی۔ ۳۔ میر اعجاز علی تالپور۔ ممبر قومی اسمبلی ۴۔ غلام مصطفےٰ جتوئی ممبر قومی اسمبلی۔ ۵۔ عبدالستار گبول ممبر قومی اسمبلی۔ ۶۔ جام صادق علی ممبر صوبائی اسمبلی سندھ۔ ۷۔ عبدالوحید عرشی ممبر صوبائی اسمبلی سندھ۔ ۸۔ قاسم عباس پٹیل ممبر صوبائی اسمبلی سندھ۔ ۹۔ احمد علی سومرو ممبر صوبائی اسمبلی سندھ۔ ۱۰۔ عبداللہ بلوچ ممبر صوبائی اسمبلی سندھ۔

ایک اور اخباری بیان میں قومی مزدور محاذ سے ملحقہ دس ٹریڈ یونینوں کے رہنماؤں نے پی آئی اے انتظامیہ کے خلاف جدوجہد میں ایئرویز ایمپلائز یونین پی آئی اے برانچ کے کارکنوں و اراکین کو اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ پی آئی اے کی انتظامیہ نے اپنی پاکٹ یونین پیاسی سے مزدور دشمن گٹھ جوڑ کر کے ایئرویز ایمپلائز یونین کے ایک سو سے زائد سرگرم کارکنوں و اراکین کو انتقامی کارروائی کے طور پر محض ان کی ٹریڈ یونین سرگرمیوں کے سبب ملازمت سے علیحدہ کر دیا ہے مزدور رہنماؤں نے کہا کہ پیاسی اور پی آئی اے انتظامیہ نے مروجہ صنعتی قوانین بالخصوص انڈسٹریل ریلیشنز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۹ء کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں اور اس امر کے ٹھوس اور واضح ثبوت موجود ہیں کہ پی آئی اے میں ملک کے صنعتی قوانین پر قطعی عملدرآمد نہیں کیا جا رہا۔ لیکن محکمہ محنت اور متعلقہ حکام نے بار بار یاددہانی کے باوجود اب تک کوئی کارروائی نہیں کی بیان میں کہا گیا ہے کہ اب پی آئی اے انتظامیہ نے ماہنامہ منشور کے ایڈیٹر سبط اختر کو ملازمت سے برطرف (ڈسمس) کر دیا ہے۔ انتظامیہ کا یہ اقدام پیاسی اور پی آئی اے انتظامیہ کے مابین گٹھ جوڑ کی ایک اور مثال ہے۔ بیان کے آخر میں مطالبہ کیا گیا کہ ایڈیٹر منشور سبط اختر اور دیگر تمام برطرف شدہ مزدور کارکنوں کو فوری طور پر ملازمت پر بحال کیا جائے اور پی آئی اے میں گزشتہ دو سال میں ہونیوالی تمام دھاندلیوں کی اعلیٰ سطحی تحقیقات کرائی جائے۔

۱۔ محمد علی چودھری	جنرل سیکریٹری	کراچی ہوزری ملز ورکرز یونین۔
۲۔ محمد موسیٰ	〃 〃	ایبرو سالٹ ورکرز یونین
۳۔ خوشحال خان	〃 〃	قریشی سالٹ ورکرز یونین
۴۔ صغیر احمد	〃 〃	عثمان برادرس ووڈ ورکنگ ایمپلائز یونین
۵۔ رئیس احمد شیخ	〃 〃	اسٹار رولنگ ملز ورکرز یونین
۶۔ عبدالعزیز	〃 〃	لوز سلک ملز لیبر یونین
۷۔ سید کریم جان	〃 〃	سٹد اینڈ گرینڈ سنز ایمپلائز یونین
۸۔ محمد رحیم	〃 〃	دادا پلاسٹک ورکس ورکرز یونین
۹۔ محمد مسکین	〃 〃	شفیق میٹل انڈسٹریز ورکرز یونین
۱۰۔ محمد آصف	صدر	الفا کارپوریشن ورکرز یونین

Regd. No. S-2575

SEPT 1971

THE MONTHLY MANSHOOR KARACHI

پائنیر انشورنس کمپنی لمیٹڈ



✲ دفاتر مغربی پاکستان میں

کراچی، راولپنڈی، لاہور، لائلپور، ساہیوال، حیدرآباد

✲ دفاتر مشرقی پاکستان میں

ڈھاکہ، نارائن گنج، چٹاگانگ، کھلنا

ایجنسیاں پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں موجود ہیں

پائنیر انشورنس کمپنی لمیٹڈ

۶۱۸ / ۶۱۱ قمر ہاؤس، بندر روڈ، کراچی

ٹیلیفون: ۲۳۴۳۸۶، ۲۳۴۳۸۷، ۲۳۵۰۱۰، ۲۳۵۰۱۱